بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا تجزیہ اور اسکی حقیقت

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحونoالا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرونo(۲۔۱۲،۱۳)
اور جب ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو، تو کہتے ہیں، ہم تو اصلاح کرنیوالے ہیں۔ سنو! یہی لوگ بلاشبہ فساد کرنیوالے ہیں، مگر وہ سمجھتے نہیں۔

بدقسمتی سے ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان مفکرین فلسفہ یونان سے مرعوب ہوگئے تھے۔ انہوں نے یونانی فلسفہ سے متأثر ہوکر مذہب کو اسی رنگ میں ڈھالنا چاہا۔ بعض ان میں نہایت منطقی استدلال کرنے والے بزرگ بھی تھے لیکن پھر بھی وہ یونانی فلسفہ سے اس قدر مرعوب تھے کہ انہوں نے مذہب کو یونانی فلسفہ کے تابع کردیا۔ جہاں مذہب اور یونانی فلسفہ کا تضاد نظر آیا، وہاں مذہب کی تاویل کرکے اسے اس فلسفہ سے تطبیق دینی چاہی۔ گویا افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کو انہوں نے صداقت کا معیار قرار دے دیا۔ الکندی، فارابی، ابن سینا اور ابن رشد کا سارا فلسفہ اسی محور پر گھومتا ہے۔ یہ سب مسلم عقائد کو افلاطون اور ارسطو کے افکار سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان بزرگوں کی نیت نیک تھی۔ وہ اسلام کو سچا ثابت کرنا چاہتے تھے لیکن یونانی فلسفہ کا رعب اس قدر قلب پر تھا کہ انکے نزدیک قرآن کی صداقت اسی طرح ثابت ہوسکتی تھی کہ وہ افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی کسوٹی پر پورا اترے۔ حضرت امام غزالیؒ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے بڑی جرات سے افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کی اغلاط کو طشت از بام کیا۔ اور انکے مسلمات سے فائدہ اٹھا کر یونانی فلسفہ سے دین کی خدمت لی۔ علم کلام میں فلسفہ کی آمیزش کرکے اسے معقولیت کا رنگ دیا۔ انہوں نے مسلم عقائد کی معقولیت ثابت کرنے کیلئے یونانی فلسفہ سے کام لیا مگر فلسفہ کو مذہب کے تابع رکھا۔ جہاں مذہب اور فلسفہ میں تضاد پیدا ہوا وہاں مذہب کی سچائی اور فلسفہ کی غلطی کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ یعنی پانچویں صدی ہجری کے مجدد تھے اور ایک مجدد یا مصلح کا یہی کام ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے فلسفہ پر اگر وہ اسلام کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہے تو مذہب کو غالب کردکھائے۔ انیسویں صدی میں زمانے نے ایسا پلٹا کھایا کہ فلسفہ کی جگہ تجربی سائنس نے لے لی۔ اب لفظی جنگ کا زمانہ گزر چکا تھا۔ جدید طبعی سائنس ہر چیز کا ثبوت مسلمات عقلی اور تجربات و مشاہدات سے مانگتی تھی۔ اس سائنس کے مقابلے کیلئے سرسید احمد اور انکے ہمنوا بزرگوں کا وجود ظہور میں آیا۔ ان بزرگوں نے مذہب کو سائنس کا رنگ دینا چاہا لیکن وہی ٹھوکر کھائی جو پہلے مسلمان مفکرین یونانی فلسفہ کے مقابلہ پر کھا چکے تھے۔ انہوں نے مذہب کو سائنس کے تابع کردیا اور جہاں مذہب اور سائنس میں تضاد نظر آیا وہاں مذہبی عقائد کی تاویلیں کرنی شروع کردیں۔ مغربی سائنس میں مادیت کا رنگ غالب تھا اور یہ روحانیت کی منکر تھی۔ اب یہ نیا علم الکلام جو سرسید احمد خان اور دیگر بزرگوں کے ذریعہ ظہور میں آیا، اس نے مذہب کی روحانیت کو مادیت میں بدل دیا۔ مادہ کو ازلی ابدی سمجھ لیا گیا۔ دعا کا انکار ہوگیا اور نبوت محض ایک فطری ملکہ سمجھ لی گئی۔ وحی والہام کو شاعر کی شاعری کی طرح دل سے اٹھنے والے خیالات کا نام دیدیا گیا اور ملائکہ کو مادی قوتوں کا نام دیا گیا۔ معجزات سے انکار اور جنت و دوزخ بھی محض لفظی گورکھ دھندا بن گئے۔ ان میں کوئی حقیقت نہ رہی اور انہیں محض ؎

دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

سمجھ لیا گیا۔ اس دور میں مسلمانوں کی تنزلی کا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے یوں کھینچا ہے ؎

وہ تقویم پارینہ یونانیوں کی ۔ وہ حکمت کہ ہے ایک دھوکے کی ٹٹی
یقین جس کو ٹھیرا چکا ہے نکمی ۔ عمل نے جسے کر دیا آ کے ردی

اسے وحی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ
کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ

زبور اور توریت وانجیل وقرآں ۔ بالاجماع ہیں قابل نسخ و نسیاں
مگر لکھ گئے جو اصول اہل یوناں ۔ نہیں نسخ وتبدیل کا ان میں امکاں

نہیں مٹتے جب تک کہ آثار دنیا
مٹے گا کبھی کوئی شوشہ نہ ان کا

نتائج ہیں جو مغربی علم و فن کے ۔ وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے

تعصب نے لیکن یہ ڈالے ہیں پردے ۔ کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے

جمی ہیں دلوں میں ارسطو کی رائیں

جواب وحی اترے تو ایماں نہ لائیں

اب اس فلسفہ پر ہیں جو مرنے والے ۔ شفا اور مجسطی کا دم بھرنے والے

ارسطوں کی چوکھٹ پہ سر دھرنے والے ۔ فلاطون کی اقتداء کرنے والے

وہ بس تیلی کے بیل سے کم نہیں ہیں

پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

ہمارے دینی علماء کے پاس کفر کے فتاوی کے علاوہ اور تھا کیا؟ وہ سر سید احمد خاں اور انکے ہمنوا بزرگوں کو نیچری کا خطاب دیکر اوران پر کفر کے فتوے لگا کر بیٹھ گئے۔ ان حالات میں وقت کی پکار یہ تھی کہ کوئی ربانی مصلح آئے جو روحانیت کا علمبردار ہو۔ وہ دین اسلام اور فلسفہ کی جنگ میں اسلام کو غالب کر دکھائے اور فلسفہ سے خدمت دین کا کام لے۔ ۱۸۸۰ء وہ زمانہ تھا جب مذہبی جوش عروج پر تھا۔ مختلف مذاہب کے پیروکار باہم دست و گریباں تھے۔ آریہ سماج، برہمو سماج اور عیسائی زور میں تھے اور انکے مبلغین نے دین اسلام پر چڑھائی کی ہوئی تھی۔ علمائے اسلام مسلمانوں کو باہم لڑوانے اور کافر بنانے میں اس قدر مصروف تھے کہ علمی رنگ میں اسلام کا دفاع کرنے کیلئے انکے پاس وقت نہیں تھا۔ دن رات مقلد اور غیر مقلد، حنفی اور وہابی کا آپس میں جھگڑا رہتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو کافر اور بدعتی بنا رہے تھے۔ غرضیکہ چاروں طرف تکفیر کا بازار گرم تھا۔ تکفیر بازی اور دائرہ اسلام سے اخراج کا اس قدر زور تھا کہ بقول مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی مرحوم ''اگر علماء کے تمام کفر کے فتوں کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو دنیا میں کوئی مسلمان باقی نہیں رہتا''۔ مسلمانوں کی اس دگرگوں حالت کو حالی مرحوم اس طرح بیان کرتے ہیں۔

نہ سنی میں اور جعفری میں ہو الفت ۔ نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت

وہابی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت ۔ مقلد کرے نا مقلد پہ لعنت

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم

کہ دین خدا پہ ہنسے سارا عالم

کرے کوئی اصلاح کا گر ارادہ ۔ تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ

جسے ایسے مفسد سے ہو استفادہ ۔ رہ حق سے ہے برطرف اسکا جادہ

شریعت کو کرتے ہیں برباد دونوں

ہیں مردود شاگرد و استاد دونوں

اگر اس دور میں کوئی مذہب بے سہارا تھا اور کوئی نبی لاوارث تو پھر یہ اسلام اور اس کا نبی ﷺ ہی تھے۔ مسلمانوں کے اس سیاسی اور مذہبی تنزل کے دور میں آخر اللہ تعالی نے اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون کو یاد فرمایا اور حدیث ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها۔ (رواہ ابوداؤد) کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو چودھویں صدی کے سر پر تجدید دین کی خاطر کھڑا کیا۔ آپؑ کسی پیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے نہ کسی ملاں خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بچپن سے ہی انتہائی کم گو، سلیم الفطرت اور تقوی شعار تھے۔ اور شروع سے ہی دنیا سے عدم دلچسپی اور گوشہ نشینی کی طرف رجحان تھا۔ آپؑ عاشق رسول ﷺ ہونے کیساتھ ساتھ دین اسلام کی محبت میں بھی فنا تھے۔ ویسے تو آپ مذاہب باطلہ کی تردید میں ہوش سنبھالتے ہی لگ گئے تھے۔ لیکن سب سے پہلے آپکے علم الکلام کی جدت اور زور کا مظاہرہ جس سے اپنے اور غیر سب حیران ہوئے، آپکی مشہور و معروف تصنیف ''براہین احمدیہ'' تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں۔

''یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل الله یحدث بعد ذلک امرا.... ......اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ

میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آ کر اس کا تجربہ ومشاہدہ کر لے۔اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔''
(اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۶)

براہین احمدیہ کی تصنیف کے بعد آپؑ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی اور آپ نے ہر قوم کے لوگوں کو دعوت الی اللہ دی۔آپ نے فرمایا اس وقت دنیا میں کوئی سچا مذہب نہیں بجز اسلام اور کوئی زندہ نبی نہیں بجز محمدﷺ۔آپ نے لوگوں کو یہ دعوت بھی دی کہ اگر کسی کو دین اسلام اور آنحضورﷺ کی سچائی میں شک ہو تو وہ میرے پاس آئے اور میں اسے دین اسلام اور آنحضورﷺ کی سچائی کا نشان دکھاتا ہوں۔اس اعلان کیساتھ ہی قصبہ قادیان کے اہل ہنود کی رگ حمیت بھی پھڑکی اور انہوں نے ایک خط حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت میں لکھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

''کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس اگر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اسکو ایسے نشان در بارۂ اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔سو ہم لوگ جو آپکے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں۔لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ ترحق دار ہیں۔اور ہم آپکی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں۔کسی قسم شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نا اہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کیلئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا۔جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔''(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۹۲ تا ۹۴)

قصبہ قادیان کے اہل ہنود کی اس درخواست کے جواب میں حضرت مرزا صاحبؑ لکھتے ہیں۔

''آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کیلئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔چونکہ یہ خط سراسر انصاف وحق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اسکو لکھا ہے اسلئے یہ تمام تر شکر گزاری اسکے مضمون کو قبول کرتا ہوں۔اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جلشانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپکو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔۔۔۔۔۔''
(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۹۵)

حضورؑ کا مدت سے ارادہ تھا کہ آپ کسی جگہ چالیس دن متواتر عبادت الٰہی اور دعا میں گزاریں جہاں آپکو کوئی نہ جانتا ہو۔چنانچہ آپکو الہاماً بتایا گیا کہ!

''تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی'' (سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر ۸۶)

چنانچہ آپ اس چلہ کی خاطر جنوری ۱۸۸۶ء میں اپنے تین خادموں (حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری، حضرت شیخ حامد علی صاحب اور میاں فتح خاں صاحب) کیساتھ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ہوشیار پور پہنچ کر آپ نے شیخ مہر علی صاحب رئیس کے طویلہ کے بالا خانہ میں قیام فرمایا۔آپ نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا کہ چالیس دن تک کوئی شخص مجھے ملنے نہ آوے۔اسی دوران جب ایک دن مولوی عبداللہ سنوریؓ کھانا پہنچانے کیلئے اوپر گئے تو حضورؑ نے آپ سے فرمایا۔

''میاں عبداللہ! ان دنوں مجھ پر بڑے بڑے خدا کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر انکو لکھا جائے تو کئی ورق ہو جائیں۔'' (ایضاً)

چنانچہ چالیس روز کے بعد حضورؑ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے دن ایک اشتہار شائع فرمایا اور اس اشتہار میں دیگر پیشگوئیوں کیساتھ مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی بھی تھی جو کہ درج ذیل ہے۔

نشان رحمت یعنی پیشگوئی مصلح موعود

خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعز اسمہ) نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ!

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر! تجھ پر سلام۔خدا نے یہ کہا۔تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔

اورتا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔اور تا وہ یقین لائیں۔کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ کوانکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے۔جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے۔کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مظھر الاول و الاخر۔ مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور۔جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔و کان امرًا مقضیًا۔"(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

اس اشتہار کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندے پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کیلئے تیار ہے۔"(ایضاً صفحہ ۱۰۳)

پیشگوئی "مصلح موعود" کے مشتہر ہونے کے بعد بھی مخالفوں نے اعتراضات کا سلسلہ جاری رکھا۔اور آپؑ ان مخالفوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے اپنے اشتہار مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں اس مصلح موعود کی عظمت اور اہمیت کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں۔

"اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جسکو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفےٰ ﷺ کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کیلئے ظاہر فرمایا ہے۔اور درحقیقت یہ نشاں ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے۔۔۔۔مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ احسانہ ببرکت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جسکی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاء موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے۔مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے بلکہ انکو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔"(ایضاً صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۵)

آگے بڑھنے سے پہلے میں یہاں حضورؑ کی ایک خواب جو آپ نے زمانہ تحصیل علم کے دوران دیکھی تھی درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں۔

"اس احقر نے ۱۸۶۴ یا ۱۸۶۵ عیسوی میں یعنی اسی زمانہ کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا۔جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا۔اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی۔کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا۔کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر کھلی۔کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔غرض آنحضرت ﷺ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔اور جب وہ کتاب حضرت اقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی۔کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لیے قاش قاش کرنا چاہا۔تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔تب ایک مردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا۔آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا۔جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا

ہے۔اور آنحضرت بڑے جاہ وجلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے سے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں۔ اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دی۔ اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہوگئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں۔ ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ والحمدللہ علی ذالک۔''

(روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۶ حاشیہ در حاشیہ نمبر ا و تذکرہ صفحہ ۳ تا ۴)

اللہ تعالی نے اس عاجز پر یہ کھولا ہے کہ حضورؑ کی اس خواب میں جو مردہ آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے زندہ ہو کر حضورؑ کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ یہ وہی ''زکی غلام یا مصلح موعود'' ہے جسکی خبر اللہ تعالی نے آپؑ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں الہاماً بتائی تھی۔ اور یہ وہی مبارک وجود ہے جسکے ہاتھ پر غلبہ اسلام کا وہ وعدہ جو اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو آیت هو الذي ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله۔۔۔(سورۃ صف آیت ۔۱۰) میں بخشا تھا، پورا ہونا ہے۔ (نوٹ ۔ افسوس سے لکھتا ہوں کہ اس ایک قاش پر بھی حضرت مہدیؑ کی جسمانی اولاد قبضہ جما کر بیٹھ گئی۔) فروری ۱۸۸۶ء تک اس موعود ''زکی غلام یا مصلح موعود'' کے متعلق حضورؑ کا جو خیال تھا، اس کا ذکر آپؑ نے اپنے ایک خط بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ میں فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

﴿شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین، کامل الظاہر و الباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارساطبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پارساطبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے۔ جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ والله اعلم بالصواب۔﴾ (از مکتوب مورخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۶ و تذکرہ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳)

حضورؑ کے ان الفاظ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اولاً۔ یہ کہ آپؑ کا یہ خیال تھا یا آپکو یہ امید لگی ہوئی تھی کہ ''زکی غلام یعنی مصلح موعود'' آپکا جسمانی بیٹا ہوگا۔

ثانیاً۔ یہ کہ وہ جسمانی بیٹا حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے نہیں بلکہ کسی اور پارساطبع اور نیک سیرت اہلیہ سے ہوگا۔

مصلح موعود کی پیدائش کیلئے نو (۹) سال کے معیار کے تقرر کی حقیقت

حضورؑ نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء میں لکھا ہے کہ۔

''لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۱۳) حضورؑ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپؑ کے یہ الفاظ اجتہادی اور قیاسی ہیں نہ کہ الہامی۔ اگر یہ الفاظ الہامی ہوتے تو حضورؑ اس طرح لکھتے کہ۔ ''لیکن ہمیں الہام الہی نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایسا لڑکا۔۔۔۔پیدا ہو جائے گا۔'' اب میں ہر خاص و عام کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ خود پڑتال کریں کہ اشتہار مذکور میں ''الہام الہی'' کے الفاظ موجود ہیں اور اگر اس اشتہار میں ''الہام الہی'' کے الفاظ موجود نہیں تو میں کہتا ہوں خلیفہ ثانی نے اپنی تقریر فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۴ء بعنوان ''الموعود'' میں یہ لکھ کر پہلی غلط بیانی کی ہے کہ!

''مگر اس اشتہار (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء۔ ناقل) کے ذریعہ آپ نے ایک مزید شرط کا اعلان فرمادیا۔ اور بتادیا کہ ''الہام الہی'' سے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ لڑکا جسکی پہلے اشتہار میں خبر دی گئی تھی ۹ سال کے عرصہ میں پیدا ہو جائیگا۔ خواہ جلد ہو یا دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔'' (الموعود صفحہ ۲۴)

آپؑ اپنے اگلے اشتہار جو ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا، فرماتے ہیں۔

''ماسوا اسکے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کیلئے جناب الہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا اس سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونیوالا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں۔ لیکن

یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۱۷)

اسکے بعد ۱۵۔اپریل ۱۸۸۶ء کے دن حضورؑ کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام عصمت رکھا گیا۔ بعد ازاں یہ لڑکی ۱۸۹۱ء میں وفات پا گئی۔اب حضورؑ کے یہ الفاظ کہ '' آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جلشانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا۔'' اسوقت موجود حمل کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔لیکن چونکہ آپکے یہ الفاظ محض آپکا اجتہاد و قیاس تھے، لہذا لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہو کر آپکا یہ اجتہاد و قیاس خطا ہو گیا۔لیکن اسکے بعد حضورؑ کے ان الفاظ کے مطابق ''اس سے ظاہر ہے کہ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونیوالا ہے یا بالضرور اسکے قریب حمل میں۔لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔'' کے مطابق پھر اگلے یا قریب کے حمل میں صاحبزادہ بشیر احمد (اول) پیدا ہوئے۔خلیفہ ثانی نے اپنی الموعود تقریر میں ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار کا ذکر تو ضرور کیا لیکن تھوڑی سی غلط بیانی کر گئے۔وہ اس طرح کہ '' قریب زمانہ میں پیدا ہونے والے ایک اور لڑکے کی خبر'' کا عنوان لگا کر اس کے بعد حضورؑ کے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء میں مندرج الفاظ کا ذکر کرتے ہیں جو کہ میں اوپر درج کر چکا ہوں۔غلط بیانی یہ ہے کہ ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کے بعد یعنی ۱۵۔اپریل ۱۸۸۶ء کو جو لڑکی عصمت پیدا ہوئی، اور حضورؑ کے لڑکے کا اجتہاد غلط کر گئی۔خلیفہ ثانی نے دیدہ و دانستہ اس لڑکی کا یہاں ذکر چھوڑ دیا (گو آگے جا کر کر دیا) اور حضورؑ کے ان الفاظ کو '' کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا'' بشیر احمد (اول) کی طرف لے گئے۔جبکہ بشیر احمد (اول) کی پیدائش '' یا بالضرور اسکے قریب حمل میں'' کے مطابق تھی۔

حضورؑ کے الفاظ '' یا بالضرور اسکے قریب حمل میں'' کے مطابق بشیر احمد (اول) کی پیدائش مورخہ ۷۔اگست ۱۸۸۷ء کو ہوئی اور اس طرح بشیر احمد (اول) کا تولد حضورؑ کے اجتہادی الفاظ ''نو برس'' کے اندر بھی ہو گیا۔بشیر احمد اول کی پیدائش کے دن یعنی ۷۔اگست ۱۸۸۷ء کے دن آپؑ نے ایک اشتہار بنام ''خوشخبری'' شائع فرمایا۔آپ اس اشتہار کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں۔

''اے ناظرین! میں آپکو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جسکے تولد کیلئے میں نے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی کی تھی اور اللہ تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائیگا۔آج ۱۶۔ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔فالحمد للہ علی ذلک۔

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی۔آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیشگوئی منظور کریں گے جسکا وقت بتلایا جائے۔سو اب یہ پیشگوئی انہیں منظور کرنی پڑی۔کیونکہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائیگا۔ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں۔بلکہ قریب ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۱۴۱)

اب حضورؑ کے یہ الفاظ ''مولود مسعود'' صاف بتا رہے ہیں کہ آپ بشیر احمد اول کو '' زکی غلام یعنی مصلح موعود'' کی پیشگوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔اب ہوا یہ کہ بشیر احمد اول ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں قضائے الٰہی سے فوت ہو کر اپنے مولا حقیقی کے پاس چلا گیا۔بشیر احمد اول کی یہ وفات بعض لوگوں کیلئے ابتلا بن گئی اور وہ حضورؑ کی صداقت کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔آپؑ اس کا ذکر اپنے ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء کے خط بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ میں فرماتے ہیں۔

اس موت (یعنی بشیر اول کی موت) کی تقریب پر بعض مسلمانوں کی نسبت یہ الہام ہوا۔

﴿احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ و قالوا تا للہ تفتئو اتذکر یوسف حتی تکون حرضًا و تکون من الھالکین۔شاھت الوجوہ فتول عنھم حتی حین۔ ان الصابرین یوفی لھم اجرھم بغیر حساب۔اب خدا تعالی نے ان آیات میں صاف بتلا دیا کہ بشیر کی موت لوگوں کی آزمائش کے لیے ایک ضروری امر تھا۔اور جو کچے تھے، وہ مصلح موعود کے ملنے سے ناامید ہو گئے۔اور انہوں نے کہا کہ تو اسی طرح اس یوسف کی باتیں ہی کرتا رہے گا۔یہاں تک کہ قریب المرگ ہو جائے گا۔یا مر جائے گا۔سو خدا تعالی نے مجھے فرما دیا کہ ایسوں سے اپنا منہ پھیر لے۔ جب تک وہ وقت پہنچ جائے۔اور بشیر کی موت پر جو ثابت قدم رہے انکے لیے بے اندازہ اجر کا وعدہ ہوا۔یہ خدا تعالی کے کام ہیں اور کوتہ بینوں کی نظر میں حیرتناک۔﴾ (مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۳۰)

پھر اسی خط میں آپؑ فرماتے ہیں

''یہ عبارت کہ خوبصورت پاک لڑکا۔۔۔۔۔۔جو آسمان سے آتا ہے۔یہ تمام عبارت چندروزہ زندگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہمان وہی ہوتا ہے جو چند روز رہ کر چلا جاوے اور دیکھتے دیکھتے رخصت ہو جائے۔اور بعد کا فقرہ مصلح موعود کی طرف اشارہ ہے اور آخیر تک اسکی تعریف ہے۔۔۔۔بیس ۲۰ فروری کی پیشگوئی۔۔۔۔۔۔دو پیشگوئیوں پر مشتمل

تھی جو غلطی سے ایک سمجھی گئی۔اور پھر بعد میں الہام الٰہی نے اس غلطی کو رفع کر دیا۔‘‘(مکتوب ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ و تذکرہ صفحہ ۱۰۹)

حضورؑ کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہے کہ بشیر احمد (اول) کی وفات کے بعد آپکو الہاماً پتہ چل گیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی دو پیشگوئیوں پر مشتمل تھی۔وجیہہ اور پاک لڑکے کی پیشگوئی کے مصداق بشیر احمد (اول) تھے اور پیشگوئی کا یہ حصہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔’’وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری۔۔۔۔۔آسمان سے آتا ہے۔‘‘ پیشگوئی کا دوسرا حصہ یا اصل پیشگوئی ’’زکی غلام‘‘ کے متعلق ہے۔(حضورؑ نے ’’زکی غلام‘‘ کیساتھ بریکٹ میں لفظ لڑکا لکھا ہوا ہے اور یہ بات بتا رہی ہے کہ زکی غلام کو اپنا جسمانی بیٹا سمجھنا آپکا اپنا ذاتی اجتہاد تھا جو بعد میں غلط ثابت ہوگیا۔یہ اجتہاد بھی اسی طرح کا تھا جیسا کہ حضورؑ کا یہ اجتہاد یا خیال تھا کہ مبارک فرزند کیلئے کوئی اور نکاح کرنا پڑے گا) آپؑ نے اس زکی غلام کو مصلح موعود کا نام دیا تھا اور اس سے متعلقہ پیشگوئی کا حصہ ’’اسکے ساتھ فضل ہے۔۔۔۔و کان امرًا مقضیًا۔‘‘ تک چلتا ہے۔

کیا بشیر احمد (اول) کی وفات سے الہامی پیشگوئی کا پہلا حصہ کالعدم یا منسوخ ہوگیا؟

بشیر احمد (اول) کی وفات سے الہامی پیشگوئی کا پہلا حصہ کالعدم یا منسوخ نہیں ہوا۔لڑکا (بشیر احمد اول) تو ضرور فوت ہوگیا لیکن اس سے متعلقہ الہامی پیشگوئی کا وہ حصہ فوت نہیں ہوا۔وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ بشیر احمد (اول) کی وفات پر لوگوں نے بہت مخالفت کی اور تمسخر کیا اور دل آزار باتیں کیں۔لوگوں کی ان دکھ بھری باتوں سے حضورؑ کو بہت دکھ ہوا۔تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بشیر احمد (اول) کے مثیل کی خبر دے کر آپکا یہ غم دور کیا۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔

’’اِنَّ لِیْ کَانَ اِبْناً صَغِیْرًا وَّ کَانَ اسْمُہ بَشِیْرًا فَتَوَ فَّاہُ اللّٰہُ فِیْ اَیَّامِ الرِّضَاعِ۔وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰثَرُوْا سُبُلَ التَّقْوٰی وَ الْاِرْتِیَاعِ فَاُلْھِمْتُ مِنْ رَّبِّیْ۔اِنَّا نَرُدُّہ اِلَیْکَ تَفَضُّلًا عَلَیْکَ‘‘۔ترجمہ۔میرا ایک لڑکا جس کا نام بشیر احمد تھا شیر خوارگی کے ایام میں فوت ہوگیا۔اور حق یہ ہے کہ جن لوگوں نے تقویٰ اور خشیت الٰہی کے طریق کو اختیار کر لیا ہو انکی نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی ہے۔اس وقت مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم محض اپنے فضل اور احسان سے وہ تجھے واپس دیں گے (یعنی اس کا مثیل عطا ہوگا۔سو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا بیٹا عطا فرمایا)۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۸۱ و تذکرہ ۱۳۰ تا ۱۳۱)

حضورؑ کا یہ الہام بتا رہا ہے کہ بشیر احمد (اول) تو ضرور فوت ہوگیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکے مثیل کی بشارت دیکر الہامی پیشگوئی کا وہ حصہ جو آپکے متعلق تھا، زندہ رکھا۔مزید آپؑ فرماتے ہیں۔

’’اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔یخلق اللہ ما یشاء۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۷۹)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے نام خط میں آپؑ فرماتے ہیں۔’’ایک الہام میں اس دوسرے فرزند کا نام بھی بشیر رکھا۔چنانچہ فرمایا کہ

’’ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا‘‘

یہ وہی بشیر ہے۔جس کا دوسرا نام محمود ہے۔جسکی نسبت فرمایا۔کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔یخلق ما یشاء۔‘‘ (مکتوب ۴ دسمبر بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ، بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۳۱)

’’ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا‘‘ یہ الہامی الفاظ بھی بتا رہے ہیں کہ بشیر الدین محمود احمد بشیر احمد (اول) کا قائم مقام اور مثیل تھا اور اس طرح وہ بشیر اول سے متعلقہ پیشگوئی کے حصے کا ہی مصداق تھا۔ایک ضروری بات یہ کہ بشیر احمد (اول) کی وفات سے آپؑ بہت محتاط ہوگئے۔بعد ازاں آپکے ہاں مختلف اوقات میں تین بیٹے مرزا محمود احمد، بشیر احمد اور شریف احمد پیدا ہوئے۔آپ نے انکے نام تفاؤل کے طور پر مصلح موعود والی صفات پر رکھے لیکن الہاماً کسی بیٹے کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا کہ یہی مصلح موعود ہے۔مثلاً مرزا محمود احمد کی پیدائش پر آپکا یہ اعلان تھا۔

’’آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں بمطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالےٰ ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی۔مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانیوالا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کریگا۔اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)

اسکے بعد مرزا بشیر احمد ۲۰۔اپریل ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے اور آپ کی پیدائش پر حضورؑ نے یہ فرمایا۔

''یاتی قمر الانبیاء و امرک یتا تی۔یسر اللہ وجھک۔ و ینیر برھانک۔ سیو لد لک الولد و یدنی منک الفضل۔ ان نوری قریب۔دیکھوصفحہ ۲۲۶ آئینہ کمالات اسلام۔یعنی نبیوں کا چاند آئے گااور تیرا کام بن جائے گا۔تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائیگا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائیگا۔یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا۔اور نیز یہ کہ شکل وشباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا۔اور میرا نور قریب ہے،(شاید نور سے مراد پسر موعود ہو)۔''
(روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۲۲۰)

''پسر موعود'' کےلفظی معانی کے مطابق حضورؑ کے سارے لڑکے ہی پسر موعود تھے۔لیکن آپؑ نے یہاں ''پسر موعود'' کے الفاظ بمعنی ''مولود مسعود یا مصلح موعود'' استعمال فرمائے ہیں۔ اب یہاں بشیر احمد کے متعلق بھی ''شاید'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔اسے ہرگز ''مولود مسعود'' نہیں کہا۔اسکے بعد ۲۴مئی ۱۸۹۵ء کو مرزا شریف احمد پیدا ہوئے اور آپؑ نے اس کو بھی مولود مسعود نہیں کہا۔اسکے بعد۱۴جون ۱۸۹۹ء کو مرزا مبارک احمد پیدا ہوئے اور حضورؑ نے ۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی واضح رنگ میں مرزا مبارک احمد پر چسپاں کردی۔آپؑ فرماتے ہیں۔

''اور میرا چوتھا لڑکا مبارک احمد ہے اس کی نسبت پیشگوئی اشتہار ۲۰فروری ۱۸۸٦ء میں کی گئی۔''(ایضاً صفحہ۲۲۱)

پھر فرماتے ہیں۔''دیکھو ایک وہ زمانہ تھا جو ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ۱۵ میں یہ عبارت لکھی گئی تھی:۔ایک اور الہام ہے جو ۲۰فروری ۱۸۸٦ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔اس وقت ان تینوں لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا۔اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے۔اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کردے گا۔سوا ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہوگیا۔یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں۔صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔اب دیکھو یہ کس قدر بزرگ نشان ہے؟''(ایضاً صفحات ۲۲۲ تا ۲۲۳)

جب یہ چوتھا لڑکا پیدا ہوگیا تو آپؑ اپنی تصنیف ''تریاق القلوب'' میں اس لڑکے کے متعلق فرماتے ہیں:۔''سو خدا تعالیٰ نے میری تصدیق کیلئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کیلئے اور عبدالحق غزنوی کو متنبہ کرنے کیلئے اس پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴۔جون ۱۸۹۹ء میں جو مطابق ۴۔صفر ۱۳۱۷ھ تھی بروز چارشنبہ پُورا کردیا یعنی وہ مولود مسعود چوتھا لڑکا تاریخ مذکورہ میں پیدا ہوگیا۔''(ایضاً صفحہ۲۲۱)

الہامی پیشگوئی میں مصلح موعود کی ایک نشانی یا علامت یہ تھی:۔''اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا'' حضورؑ اس علامت یا نشانی کو مرزا مبارک احمد پر اس طرح چسپاں کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''سو صاحبو وہ دن آگیا اور وہ چوتھا لڑکا جس کا ان کتابوں میں چار مرتبہ وعدہ دیا گیا تھا۔صفر ۱۳۱۷ھ کی چوتھی تاریخ میں بروز چارشنبہ پیدا ہوگیا۔عجیب بات ہے کہ اس لڑکے کیساتھ چار کے عدد کو ہر ایک پہلو سے تعلق ہے۔اسکی نسبت چار پیشگوئیاں ہوئیں۔یہ چار صفر ۱۳۱۷ھ کو پیدا ہوا۔اسکی پیدائش کا دن ہفتہ کا چوتھا دن تھا یعنی بدھ۔یہ دوپہر کے بعد چوتھے گھنٹہ میں پیدا ہوا۔یہ خود چوتھا تھا۔(ایضاً صفحہ۲۲۳)

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے صاحبزادہ مبارک احمد کو ''مولود مسعود'' قرار دے کر واضح رنگ میں اسے ۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی الہامی پیشگوئی کا مصداق قرار دے دیا۔لیکن بعد ازاں ۱٦ستمبر ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد بھی فوت ہوگئے۔لیکن مبارک احمد کی وفات کے بعد اسی دن یعنی ۱٦ستمبر ۱۹۰۷ء کے دن اللہ تعالیٰ نے پھر حضورؑ کو ایک حلیم غلام کی بشارت دیدی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ۔ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔''(تذکرہ صفحہ٦۱۹ بحوالہ الحکم جلد۱۱ نمبر۳۳ مورخہ ۷ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ۱)

۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی الہامی پیشگوئی میں مصلح موعود کی ایک علامت اس کا ''حلیم'' ہونا بھی ہے۔حضورؑ اپنے اشتہار ۵نومبر ۱۹۰۷ء میں فرماتے ہیں۔

''لیکن خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا۔ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا۔اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ۔يَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَكِ.ترجمہ۔یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو۔اسلئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے۔''(تذکرہ صفحہ٦۲۲ بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ۵۸۷)

اور اس طرح ''مصلح موعود'' سے متعلق الہامی پیشگوئی مبارک احمد سے آگے اسکے مثیل کی طرف منتقل ہوگئی۔اور اس کا مزید ثبوت حضور علیہ السلام کی یہ رویاء ہے۔

ستمبر ۱۹۰۷ء۔''خواب میں دیکھا کہ ایک پانی کا گڑھا ہے۔مبارک احمد اس میں داخل ہوا اور غرق ہوگیا۔بہت تلاش کیا گیا مگر کچھ پتہ نہیں ملا۔پھر آگے چلے گئے تو اسکی بجائے ایک اور لڑکا بیٹھا ہے۔''(تذکرہ صفحہ٦۱۸ بحوالہ بدر جلد نمبر٦ نمبر۳۸ مورخہ ۱۹ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ۵)

الہامی پیشگوئی کا اصل مصداق

اب میں ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء کی الہامی پیشگوئی کے اصل مصداق ''زکی غلام مسیح الزماں'' پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتا ہوں۔ اس موعود غلام سے متعلق آپؑ کو بشارت آپ کی دوسری شادی سے پہلے ہی شروع ہوگئی تھی۔ جیسا کہ غلام سے متعلق درج ذیل مبشر الہامات کی ترتیب سے ظاہر ہے۔

(۱) ۱۸۸۱ء۔ (تخمیناً)

''انا نبشرك بغلامٍ حسينٍ۔'' یعنی ہم تجھے ایک حسین غلام کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۰۰ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۲۹)

(۲) ۱۸۸٦ء۔

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔۔۔سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔۔۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء، مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۰۹ تا ۱۱۱)

(۳) ۱۸۹۴ء۔

''انا نبشرك بغلامٍ''۔ یعنی ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰ حاشیہ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۲۱۴)

(۴) ۱۸۹٦ء۔

''انا نبشرك بغلامٍ حليمٍ۔ مظهر الحق و العلاء کان الله نزل من السماء۔'' ترجمہ۔ ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا گویا خدا آسمان سے اترا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ٦۲ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۲۳۸)

(۵) ۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء۔

''اصبر ملياً ساهب لک غلاماً زكياً۔'' یعنی کچھ تھوڑا عرصہ صبر کر میں تجھے ایک زکی غلام عنقریب عطا کروں گا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۱٦ و تذکرہ ص ۲۷۷)

(٦) ۲٦ دسمبر ۱۹۰۵ء۔

''انا نبشرك بغلامٍ نافلةً لک۔ نافلةً من عندی۔'' ہم تجھے ایک غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ وہ تیرے لیے نافلہ ہے۔ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۹ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۰۰)

(۷) مارچ ۱۹۰٦ء۔

''انا نبشرك بغلامٍ۔ نافلةً لک۔'' ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں۔ جو تیرے لیے نافلہ ہوگا۔ (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۱۰، ۲۴ مارچ ۱۹۰٦ء صفحہ ۱ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۱۹)

(۸) ۱۹۰٦ء۔

''انا نبشرك بغلامٍ مظهر الحق و العلا۔ کان الله نزل من السماء۔'' ہم ایک غلام کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا۔ گویا آسمان سے خدا اترے گا۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۸ تا ۹۹ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۵۴)

(۹) ۱٦ ستمبر ۱۹۰۷ء۔

''انا نبشرك بغلامٍ حليمٍ۔'' ہم تجھے ایک حلیم غلام کی بشارت دیتے ہیں۔ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱ بحوالہ تذکرہ صفحہ ٦۱۹)

(۱۰) ٦، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء۔

''ساهب لک غلاماً زكياً۔ رب هب لی ذرية طيبةً۔ انا نبشرك بغلام اسمه يحيىٰ۔ الم تر كيف فعل ربک باصحاب الفيل۔'' (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۰، ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ بحوالہ تذکرہ ٦۲٦)۔ ترجمہ۔ میں ایک زکی غلام کی بشارت دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔

جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸٦ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس میں نہ صرف موعود غلام کی بشارت دی گئی ہے بلکہ اس میں موعود غلام کی دیگر علامات اور خصوصیات بھی تفصیلاً بیان فرمائی گئی ہیں۔ اس مفصل الہامی پیشگوئی کے بعد غلام کی بشارت سے متعلق جو کلام الٰہی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں نازل ہوا۔ ان میں غلام

کی جوعلامات اورخصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں وہ کوئی نئی نہیں بلکہ یہ وہی علامات ہیں جو۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں بیان فرمائی گئی ہیں۔مثلاً ۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں موعودغلام کی دیگرعلامات کےعلاوہ اسے(۱) زکی (۲)مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء(۳)حلیم(۴)اور''سخت ذہین وفہیم اورعلوم ظاہری وباطنی سے پرکیا جانے والا'' بتایا گیا ہے۔

موعودغلام سے متعلق وہ چھوٹے چھوٹے مبشرالہامات جو۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے بعدنازل ہوئے ان میں بھی زیادہ تر یہی علامات بیان کی گئی ہیں۔مثلاً ۱۸۹۴ء میں نازل ہونے والے مبشرالہام میں غلام کی جوعلامات بیان فرمائی گئی ہیں ان میں اسے حلیم اور مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء بیان فرمایا گیا ہے۔۱۳ اپریل ۱۸۹۹ء میں نازل ہونے والے مبشرالہام میں غلام کوزکی بیان فرمایا گیا ہے۔۱۹۰۶ء میں نازل ہونے والے مبشرالہام میں غلام کوپھر مظہرالحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء بیان فرمایا گیا ہے۔۱۴ستمبر ۱۹۰۷ء اوراکتوبر ۱۹۰۷ء میں نازل ہونے والے مبشرالہامات میں غلام کوحلیم بیان فرمایا گیا ہے۔اسی طرح غلام کی بشارت سے متعلق آخری الہام جو۶ ،۷نومبر ۱۹۰۷ء کونازل ہوا۔اس میں غلام کوپھرزکی اوریحییٰ بیان فرمایا گیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے بعدغلام کی بشارت سے متعلق نازل ہونے والے الہامات میں من وعن وہی علامات ہیں اورانہیں الفاظ میں بیان کی گئی ہیں جو۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج تفصیلی الہامی پیشگوئی میں درج ہیں۔بظاہرصرف ایک علامت کالفظی فرق ہے۔وہ یہ کہ ۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں موعودغلام کو''سخت ذہین وفہیم اورعلوم ظاہری وباطنی سے پرکیا جانے والا'' بتایا گیا ہے جبکہ ۶ ،۷نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہونے والے آخری مبشرالہام میں اسے یحیی کے نام سے پکارا گیا ہے۔حالانکہ یہ کوئی اختلاف نہیں بلکہ ایک ہی علامت کومختلف الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔سخت ذہین وفہیم ہونااورعلوم ظاہری وباطنی سے پرکیا جاناکے الفاظ دراصل لفظ یحیی کے قائم مقام ہیں۔کیونکہ جوشخص علم کوزندہ رکھتاہے علم اسے زندہ رکھتاہے۔علم کوزندہ کرنے والاخودزندہ ہوجاتاہے اورلفظ یحیی کے بھی یہی معنی ہیں''ہمیشہ زندہ رہنے والا''۔

مندرجہ بالادلائل سے یہ بات بالکل واضح اورقطعی طورپرثابت ہوتی ہے کہ ۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے بعدغلام سے متعلق چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں نازل ہونے والی الہامی بشارات درحقیقت اسی ایک زکی غلام سے متعلق ہیں جسکی بشارت ۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج تفصیلی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔یہاں پرایک اوربات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اگرغلام کی بشارت پرمشتمل کسی الہام کے حضورعلیہ السلام نے یہ معنی کئے ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپکوجسمانی بیٹاعطافرمائے گااورپھربعدمیں بیٹاپیدابھی ہوگیاتب بھی کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ ایک مبشرالہام کومختلف شکلوں میں پورافرمادیتاہے۔لیکن ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے مبشرالہام کے اصلی معنی اوراسکی اصلی روح کوضائع ہونے یامشتبہ ہونے سے بچالیتاہے۔بلکہ قطعی طورپراسکی حفاظت فرمادیتاہے۔میرے ان الفاظ کی مزیدوضاحت آگے چل کرہوگی۔

اب پھرمیں ان دوموعود نشانوں کی طرف توجہ مبذول کرواتا ہوں۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کودو نشان عطافرمانے کاوعدہ دیاتھا۔ان دو نشانوں میں سے ایک نشان''وجیہہ اور پاک لڑکا'' ہےاوردوسرا نشان''زکی غلام'' ہے۔جہاں تک لڑکے کی بشارت کاتعلق ہےتواس میں کوئی شک نہیں کہ وہ موعودلڑکا آپکاجسمانی فرزندتھا۔کیونکہ لفظ''لڑکا'' کی تشریح خودالہامی پیشگوئی میں موجودہے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتاہے۔''وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا''۔لفظ''تخم'' مزیداگلے الہامی الفاظ ''ذریت ونسل'' کی بھی تفسیر کرتاہے۔کہ یہاں ذریت ونسل سے مرادحضورعلیہ السلام کی جسمانی ذریت ونسل ہے۔

جہاں تک دوسرے نشان یعنی''زکی غلام'' کاتعلق ہے تولفظ''غلام'' ایک متشابہ اورذومعنی لفظ ہے۔لفظ لڑکے کی طرح الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے لفظ''غلام'' کی کوئی تشریح یا تفسیر بیان نہیں فرمائی اوراس طرح اس لفظ کاوہ حقیقی مفہوم جس میں اسے استعمال فرمایا گیاہے وہ پوشیدہ رہتاہے۔مزیدبرآں ہم دیکھتے ہیں کہ الہامی لفظ''غلام'' کیساتھ بریکٹ میں لفظ لڑکا لکھاہواہے۔ملہم کالفظ''غلام'' کے متعلق یہ اپنااجتہاداورقیاس ہے۔ورنہ الہامات بریکٹ میں نازل نہیں ہواکرتے۔اللہ تعالیٰ بعض پیشگوئیوں کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان بھی لیاکرتاہے۔مثال کےطورپر۲۰فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مندرج الہامی پیشگوئی میں بھی ایک ابتلاہے۔جب سے یہ الہامی پیشگوئی نازل ہوئی ہے اس وقت سے لیکراب تک یہ پیشگوئی سلسلہ عالیہ احمدیہ کیلئے ایک ابتلا کی صورت بنی آرہی ہے۔

الہامی پیشگوئی کی عبارت کچھ اس طرح ہے۔''سو تجھے بشارت ہوکہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیاجائے گا۔ایک زکی غلام(لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے۔۔۔۔

اگر یہاں لفظ غلام سے مرادجسمانی لڑکاتھی توکیااللہ تعالیٰ الہامی پیشگوئی کی عبارت اس طرح نازل نہیں فرماسکتا تھا؟

''سو تجھے بشارت ہوکہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیاجائے گا۔ایک زکی لڑکا تجھے ملے گا۔وہ لڑکے تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہونگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اوراس طرح دونوں لڑکوں کاحضورعلیہ السلام کے جسمانی بیٹے ہونے کامعاملہ بالکل واضح ہوجاتااورکسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔حالانکہ اللہ تعالیٰ قادرتھاوہ چاہتاتوایسا کر سکتاتھابلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کرسکتاتھالیکن اس نے ایسانہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے دوسرے نشان کی بشارت لفظ''لڑکا'' کی بجائے لفظ''غلام'' میں عطافرمائی اوراس طرح

دوسرے نشان کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسمانی بیٹا ہونے کی شرط نہ رہی اور صرف روحانی فرزند ہونے کی شرط رہی یعنی آپکا پیروٗ کار ہونے کی۔غلام کا حضور علیہ السلام کا جسمانی بیٹا ہونا صرف حضور علیہ السلام کا اپنا ذاتی اجتہاد تھا اور قیاس تھا اور نہ الہامی پیشگوئی میں کوئی ایسی شرط نہیں ہے۔غلام کا لفظ ذومعنی ہے عربی زبان کا یہ لفظ عام طور پر دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔اولاً جسمانی یا حقیقی بیٹا کے معنی میں اور ثانیاً نوکر،خادم اور ملازم ہونے کے معانی میں۔کلام پاک میں اللہ تعالی نے اس لفظ کو ان دونوں معانی میں استعمال فرمایا ہے۔مثلاً سورۃ یوسف آیت:۲۰

﴿وجاء ت سیارة فارسلوا واردهم فادلی دلوه ط قال یبشری هذا غلم ط و اسر وه بضاعةً ط والله علیم بما یعملون۔﴾
ترجمہ۔اور ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنا پانی نکالنے والا بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈال دیا۔اس نے کہا اے(قافلہ والو) خوشخبری! یہ تو ایک لڑکا ہے۔اور انہوں نے اسے ایک پونجی کے طور پر چھپا لیا اور اللہ اسے خوب جانتا تھا جو وہ کرتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالی سورۃ آل عمران آیت:۴۱ میں فرماتا ہیں۔

﴿قال رب انی یکون لی غلم و قد بلغنی الکبر و امراتی عاقر ط قال کذلک الله یفعل ما یشاء۔﴾ترجمہ۔اس نے کہا اے میرے رب! میرے کیسے بیٹا ہوگا جبکہ مجھے بڑھاپے نے آ لیا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے۔اس نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان دونوں آیات کریمہ میں لفظ غلام استعمال ہوا ہے اور دونوں آیات میں اسکے معانی مختلف ہیں۔سورۃ یوسف آیت:۲۰ میں لفظ غلام نوکر،خادم یا ملازم کے معانی میں استعمال ہوا ہے جبکہ آل عمران کی آیت:۴۱ میں اللہ تعالی نے اسے جسمانی یا حقیقی بیٹا کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ویسے بھی ہم جانتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان قافلہ والوں کا جن کو آپ کنویں میں نظر آئے تھے جسمانی بیٹا نہیں تھے۔بلکہ صرف نوکر،خادم یا ملازم ہی ہو سکتے تھے۔اسی طرح حضرت یحیی علیہ السلام،حضرت ذکریا علیہ السلام کے جسمانی یعنی حقیقی بیٹا تھے۔

اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک غلام کا وعدہ عطا فرمایا تھا۔اللہ تعالی کی اس لفظ غلام سے کیا مراد تھی؟ کیا اللہ تعالی نے یہ لفظ جسمانی یا حقیقی بیٹا کے معنی میں استعمال فرمایا ہے یا محض خادم یا فرمانبردار کے معنی میں؟اس سلسلے میں میری گذارش ہے کہ اگرچہ موعود غلام سے متعلق مبشر کلام الٰہی میں اللہ تعالی نے لفظ غلام کی اپنے الفاظ میں کوئی تشریح نہیں فرمائی لیکن پھر بھی اپنے حکیمانہ کلام میں اسکی ماہیت کو خوب کھول دیا ہے اور لفظ غلام کے حقیقی مفہوم کی خوب حفاظت فرمائی ہے۔غلام مسیح الزماں سے متعلق مبشر کلام الٰہی کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ موعود غلام مسیح الزماں،حضور علیہ السلام کا کوئی بابرکت جسمانی فرزند نہیں تھا۔بلکہ یہ کوئی آپکا فرمانبردار یا محض روحانی فرزند ہے۔اسکی درج ذیل وجوہات ہیں۔

(اولاً) اس لیے کہ موعود غلام کی بشارت پر مشتمل الہامات کا سلسلہ قریباً ۱۸۸۱ء سے شروع ہو کر حضور علیہ السلام کی وفات سے تھوڑا سا پہلے یعنی نومبر ۱۹۰۷ء تک جاری رہتا ہے۔اس دوران امام آخر الزماںؑ کے ہاں پانچ فرزند پیدا ہوئے۔

۱) بشیر احمد(اول)۔پیدائش ۷۔اگست ۱۸۸۷ء اور وفات ۴ نومبر ۱۸۸۸ء۔

(۲) بشیر الدین محمود احمد۔پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء۔

(۳) بشیر احمد۔پیدائش ۲۰۔اپریل ۱۸۹۳ء۔

(۴) شریف احمد۔پیدائش ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء۔

(۵) مبارک احمد۔پیدائش ۱۴ جون ۱۸۹۹ء۔

مبارک احمد کی پیدائش کے بعد حضور کے ہاں کوئی نرینہ اولاد پیدا نہیں ہوئی۔غلام سے متعلق مبشر الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا سلسلہ نزول حضور کے کسی بابرکت فرزند کی پیدائش کے بعد منقطع نہیں ہوا بلکہ تقریباً آپکے وصال تک جاری رہتا ہے۔اگر ''غلام'' کا مصداق حضور کے کسی جسمانی بیٹے کو ٹھہرائیں تو مبشر وجود کی پیدائش کے بعد اللہ تعالی کی طرف سے اسکی بشارت پر مشتمل الہامات کا نازل کرنا بے معنی بن جاتا ہے حالانکہ کلام اللہ تو انتہائی حکیمانہ کلام ہوتا ہے۔ایسی غلطی تو کسی معقول انسانی کلام میں بھی نہیں پائی جاتی چہ جائیکہ کلام اللہ میں ہو۔موعود غلام سے متعلق الہامات الٰہی کا سلسلہ حضور علیہ السلام کے کسی جسمانی فرزند کی پیدائش کے بعد منقطع نہ ہونا بلکہ آپکی وفات تک جاری رہنا اس امر پر **قطعی دلیل** ہے کہ موعود غلام حضور علیہ السلام کا کوئی جسمانی فرزند نہیں تھا بلکہ یہ کوئی اور ہے جس نے اللہ تعالی کے فضل اور احسان کی بدولت حضور علیہ السلام کی روحانی توجہ اور دعا

کے نتیجہ کے طور پر آپکا روحانی فرزند یا غلام ہونے کی نعمت عظمیٰ کو پانا تھا۔

(ثانیاً) وہ کلام الٰہی جو آنحضرت ﷺ کے مبارک اور حسین دل پر نازل ہوا تھا وہ جو قیامت تک کیلئے نوع انسان کیلئے ہدایت، نور، فرقان اور حکم ہے وہ بھی اسی امر کی تصدیق کرتا ہے کہ الٰہی بشارت ہمیشہ پہلے ہوا کرتی ہے اور مبشر وجود بشارت کے بعد کسی وقت پیدا ہوا اور ظاہر ہوا کرتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارتیں عطا فرمائیں اور بشارت کے وقت ان مبشر انبیاء علیہم السلام کا کوئی وجود نہیں تھا اور آپ سب بشارتوں کے بعد پیدا ہوئے اور یہ حقیقت درج ذیل آیات کریمہ کو پڑھنے سے خوب کھل جاتی ہے۔ (۱) سورۃ ہود آیات: ۷۰ تا ۷۴ (۲) سورۃ الحجر آیات: ۵۲ تا ۵۷۔ (۳) سورۃ صافات آیات: ۸۴ تا ۱۱۴۔ (۴) سورۃ ذاریات آیات: ۲۵ تا ۳۱۔ اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی بشارت کے بعد پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بشارت کے بعد پیدا ہوئے۔ اسی طرح درج ذیل آیت کریمہ میں بھی بشارت موجود ہے

﴿ اذ قال اللہ یعیسی انی متو فیک و رافعک الی و مطھرك من الذین کفرو۔﴾ (۲) ترجمہ۔ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے (طبعی طور پر) وفات دونگا اور تجھے اپنے حضور میں عزت بخشونگا اور کافروں (کے الزامات) سے تجھے پاک کرونگا۔

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین بشارتیں عطا فرمائیں۔

(۱) طبعی طور پر وفات دینے کی بشارت (۲) عزت بخشنے کی بشارت (۳) کافروں کے الزامات سے پاک کرنے کی بشارت۔ بشارت سے متعلقہ تینوں واقعات بشارت پانے کے بعد رونما ہوئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اس امر کی تصدیق فرماتا ہے کہ بشارت پہلے ہوتی ہے اور بشارت سے متعلقہ واقعہ بعد میں رونما ہوتا ہے۔ اور اس سنت اللہ کی روشنی میں جب ہم غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود سے متعلق مبشر کلام الٰہی کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں درج ذیل دو نتائج پر پہنچا تا ہے۔

(۱) کوئی بھی ایسا شخص جو غلام مسیح الزماں سے متعلق نازل ہونے والے آخری مبشر الہام جو ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہوا تھا، سے پہلے پیدا ہوا، خواہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی ذریت میں داخل تھا یا دونوں روحانی اور جسمانی ذریت میں داخل تھا، مصلح موعود سے متعلق الہامی پیشگوئی کا وہ مصداق نہیں ہوسکتا۔ اور ایسے کسی بھی شخص کا دعویٰ مصلح موعود ناجائز ہوگا اور قابل غور نہیں ہوگا۔

(۲) ہر وہ شخص جو غلام مسیح الزماں یعنی مصلح موعود سے متعلق نازل ہونے والے مبشر الہام جو ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہوا تھا، کے بعد پیدا ہوا، خواہ وہ حضور علیہ السلام کی روحانی ذریت میں داخل ہو یا دونوں روحانی اور جسمانی ذریت میں داخل ہو، غلام مسیح الزماں سے متعلق الہامی پیشگوئی کا مصداق ہوسکتا ہے۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اور روحانی ذریت کا تعلق ہے ابھی تک اس میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں گزرا جو غلام مسیح الزماں سے متعلق مبشر کلام الٰہی کے منقطع ہوجانے کے بعد پیدا ہوا ہو اور پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر موعود مصلح یا غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہو۔

نو سالہ معیاد کا شبہ

خلیفہ ثانی اپنی کتاب ''الموعود'' کے صفحہ ۴۲ پر ''نو سالہ معیاد'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ ''پھر اشتہارات میں آپ نے یہ بھی تحریر فرما دیا تھا کہ ایسا لڑکا بموجب الہام الٰہی ۹ سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ الہام الٰہی اسکی پیدائش کو ۹ سال میں ضروری قرار دیتا ہے یہاں اجتہاد کا کوئی سوال نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائیگا۔ پس تین یا چار سو سال کے بعد اگر کوئی شخص اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا دعویٰ کرے تو بہر حال ایسا شخص ہی اسکے مصداق ہونے کا اعلان کر سکتا ہے۔ جو پیدا ۹ سال میں ہوا ہو لیکن ظاہر تین سو یا چار سو سال کے بعد ہوا ہو۔ کیونکہ الہام اس بات کی تعین کرتا ہے کہ آنیوالے موعود کو بہر حال ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جانا چاہیے اس عرصہ کے بعد پیدا ہونیوالا کوئی شخص اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہوسکتا۔''

اس ضمن میں میری گذارش ہے کہ اولاً ''اللہ تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ وہ لڑکا ۹ سال کے اندر ضرور پیدا ہو جائیگا'' یہ الہام دکھایا جائے کہ کہاں ہے؟ ایسا کوئی الہام نہیں۔ یہاں حضورؑ کے اصل الفاظ کو بدل کر لکھا گیا ہے۔ آپکے الفاظ یہ نہیں تھے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔ ''لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۱۳) کیا حضورؑ کے ان الفاظ میں کسی الہام کا ذکر ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی یعنی وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں موعود ''وجیہہ اور پاک لڑکے'' کے متعلق کر چکا تھا، نو برس کے عرصہ تک

ضرور پیدا ہوگا۔ یہاں وعدہ سے مراد نو سال کا وعدہ نہیں بلکہ الہامی پیشگوئی میں مذکور لڑکے کا وعدہ ہے۔ اور نو سال حضورؑ کا اپنا اجتہاد اور قیاس تھا۔

ثانیاً۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء سے لیکر ۲۰ فروری ۱۸۹۵ء تک کے عرصہ کے اندر اندر آپؑ کے اجتہاد کے مطابق جس موعود لڑکے (موعود زکی غلام نہیں) نے پیدا ہونا تھا وہ تو مثیل بشیر احمد (اول) کی صورت میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کے نام سے پیدا ہو گیا۔ لیکن حضورؑ کے الفاظ کے مطابق مصلح موعود، موعود لڑکے کی بجائے موعود زکی غلام ہے۔

ثالثاً۔ مصلح موعود یعنی زکی غلام کی پیدائش ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کے بعد ہونی تھی کیونکہ اسکی پیدائش کے متعلق آخری مبشر الہام ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو ہوا تھا۔

رابعاً۔ ہاں اگر اس زمانے میں کسی نے یہ کہا تھا کہ موعود مصلح تین یا چار سو سال کے بعد آئیگا تو یہ غلط تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی غلط تھا کہ وہ موعود مصلح یا مجدد حضورؑ کی ہی صدی یعنی چودھویں صدی ہجری میں آ کر بعض ایسی اغلاط کی اصلاح کرتا جسکی نعوذ باللہ آپؑ نہ کر سکے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت مہدیؑ مجدد اعظم تھے اور آپ نے جو تجدید کی ہے اسکے بعد بظاہر کسی مصلح یا مجدد کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اسکے باوجود آپکو آپکی زندگی میں ہی ایک مصلح یا مجدد موعود کی خبر مل گئی۔ اس بشارت یا خبر ملنے کا مطلب یہ تھا کہ آپؑ کے بعد آپکی جماعت میں ہی کوئی سنگین جرم ہونا تھا جسکی اصلاح اس موعود مصلح یا مجدد کے ہاتھوں ہونی تھی۔ جہانتک اس مصلح یا مجدد کے آنے کے وقت کا سوال ہے تو اس نے آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مطابق چودھویں صدی کے اختتام یا پندرھویں صدی کے سر پر پندرھویں صدی کے مصلح اور مجدد کی حیثیت میں آنا ہے۔ جیسا کہ ہر مجدد پہلے فرمودہ رسول ﷺ کے مطابق آتا رہا۔

خلیفہ ثانی اپنی کتاب کے صفحہ ۴۳ پر ''مصلح موعود کی پیدائش بشیر اول کیساتھ مقدر تھی'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''پھر فرمایا کہ الہام الٰہی نے بتایا تھا کہ۔ ☆ اسکے ساتھ فضل ہے جو اسکے آنے کیساتھ آئیگا ☆ اس سے بھی ظاہر ہے کہ مصلح موعود کی پیدائش بشیر اول کیساتھ وابستہ ہونی چاہیے ورنہ یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بشیر اول فوت ہو جائے اور اسکے تین یا چار سو سال کے بعد مصلح موعود ظاہر ہو اور اسکے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ بشیر اول کیساتھ آیا ہے۔''

یہ بھی قطعی طور پر غلط استدلال ہے۔ اسکی درج ذیل وجوہات ہیں۔ (۱) پہلی وجہ یہ کہ دونشانوں ''وجیہہ اور پاک لڑکا اور زکی غلام'' میں مصلح موعود، زکی غلام ہے نہ کہ لڑکا۔ الہام الٰہی کے مطابق بشیر احمد اول کی پیدائش کیساتھ اسکے مثیل یعنی بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش مقدر تھی نہ کہ زکی غلام یعنی مصلح موعود کی۔ (۲) دوسری وجہ یہ کہ زکی غلام کی پیدائش کے متعلق مبشر الہامات بتا رہے ہیں کہ اس نے اپنی پیدائش کے آخری مبشر الہام (۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء) کے بعد کسی وقت پیدا ہونا تھا نہ کہ بشیر احمد اول کی پیدائش کیساتھ۔ (۳) وقت کے لحاظ سے اس نے اس وقت پیدا ہونا تھا جبکہ وہ فرمودہ رسول ﷺ کے مطابق پختہ جوان ہو کر چودھویں صدی کے اختتام یا پندرھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ سے علم پا کر دعویٰ مصلح موعود کرتا۔ ایک صدی کا فاصلہ زیادہ فاصلہ نہیں اور اس سے مراد روحانی دنیا میں ''ساتھ'' ہی ہوتا ہے۔ ویسے بھی ایک صدی کے فاصلہ سے تو پہلے ہی سابقہ مجددین امت مسلمہ میں آتے رہے ہیں۔

پسر موعود سے مراد

پسر موعود کی اصطلاح کا جماعت میں کافی استعمال ہوتا ہے اور ہمیں بخوبی علم ہونا چاہیے کہ اس سے کیا مراد ہے؟ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو جو دو نشان عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا تو یہ دونوں نشانات ہی دراصل دو پسر موعود ہیں۔ ان میں سے ایک ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' تو الہام الٰہی کے مطابق جسمانی پسر موعود تھا اور دوسرا ''زکی غلام'' الہام الٰہی کے مطابق روحانی پسر موعود ہے۔ آپؑ اسے مولود مسعود یا مصلح موعود قرار دیتے رہے ہیں۔

خلیفہ ثانی الموعود کے صفحہ ۴۸ اور ۴۹ پر رقمطراز ہیں۔ ''پھر حضرت خلیفہ اولؓ کے نام حضرت مسیح موعودؑ اپنے خط میں ایک الہام تحریر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں تو یوسف کی یاد کرتے کرتے یا تو دیوانہ ہو جائیگا یا ہلاک ہو جائیگا یعنی تیرے زمانہ میں وہ ظاہر نہیں ہوگا مگر فرماتا ہے شاھت الوجوہ۔ ان دشمنوں کے منہ کالے ہو جائیں گے۔ اور تو ضرور یوسف کو دیکھے گا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اس موعود کا پیدا ہونا ضروری ہے ورنہ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کی مثال کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت یعقوبؑ کی مثال اسی صورت میں چسپاں ہو سکتی تھی جب آپکو بھی اپنا یوسف زندگی میں مل جاتا کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو اپنی زندگی میں دیکھ لیا تھا۔ یہ نہیں ہوا کہ انکی وفات کے تین سو سال کے بعد کہیں انکی نسل کو یوسف کا پتہ لگا ہو۔''

خلیفہ ثانی کا یہ استدلال بھی قطعی طور پر غلط اور بددیانتی پر مبنی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ گو حضرت مسیح موعودؑ کا اجتہادی طور پر یہ خیال تھا کہ اولاً ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' کی پیشگوئی کے مصداق بشیر احمد اول تھے اور ''زکی غلام'' کی پیشگوئی کے مصداق بشیر ثانی یعنی بشیر الدین محمود احمد تھے۔ ثانیاً۔ یہ کہ آپؑ ''زکی غلام'' یعنی مصلح موعود کو اپنی اولاد میں ڈھونڈتے رہے۔ یہ حضورؑ کا اجتہاد و خیال بھی تھا اور آپکی خواہش بھی۔ میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی برگزیدہ مہدیؑ کی خواہش کے مطابق ''زکی غلام'' آپکے کسی

جسمانی لڑکے کو بنا دیتا تو پھر خلیفہ ثانی کے خیال کے مطابق حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے واقعہ کی مشابہت شاید ضرور پیدا ہو جاتی لیکن یہ بھی ضروری نہیں تھا۔ کیونکہ بعض اوقات کسی کا جسمانی بیٹا اسکی اپنی موت کے بعد پیدا ہوتا ہے جسے وہ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں پاتا۔ دنیا میں ایسی سینکڑوں مثالیں ہونگی۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور ہو گیا۔ حضورؑ کی خواہش کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپکے کسی جسمانی بیٹے کو ''زکی غلام'' کی پیشگوئی کا مصداق نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہی پسند فرمایا کہ ''زکی غلام'' کی پیشگوئی کا مصداق آپؑ کا کوئی روحانی فرزند ہو جیسا کہ اس کلام الٰہی سے ثابت ہے جو آپؑ پر نازل ہوا۔ جہانتک روحانی فرزند کا تعلق ہے تو اسکے لئے ضروری نہیں کہ وہ اپنے روحانی باپ کی زندگی میں پیدا بھی ہو جائے اور ظاہر بھی ہو جائے۔ مثلاً آنحضورﷺ کا روحانی فرزند حضرت مہدیؑ یعنی حضرت مرزا غلام احمدؑ تھے اور آپؑ حضورﷺ کے تیرہ صدیاں بعد پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے۔ اور اسی طرح حضرت مہدیؑ کے روحانی فرزند یعنی مصلح موعود کو بھی جیسا کہ میں بذریعہ دلیل اوپر ثابت کر آیا ہوں، آپؑ کے ایک صدی بعد یعنی چودھویں میں پیدا ہو کر پندرھویں صدی ہجری کے سر پر ظاہر ہونا تھا۔ اب ایک روحانی باپ ایک صدی کے بعد یعنی پندرھویں صدی کے آغاز میں ظاہر ہونیوالے اپنے کسی روحانی فرزند یعنی مصلح موعود کو اپنی آنکھوں سے کیسے دیکھ سکتے تھے؟ جہانتک حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا معاملہ تھا تو حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے نہ صرف روحانی فرزند تھے بلکہ جسمانی فرزند بھی تھے۔ اسی لئے حضرت یعقوبؑ نے اپنے یوسفؑ کو اپنی زندگی میں دیکھا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ حضورؑ کے کسی جسمانی فرزند کو مصلح موعود بنا دیتا تو ممکن تھا کہ آپؑ بھی اس مصلح موعود کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکے لئے ایسا پسند نہیں فرمایا لہذا آپؑ اپنے مصلح موعود یعنی روحانی فرزند کو اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے۔ خلیفہ ثانی نے اپنے غلط دعویٰ مصلح موعود کو سچا ثابت کرنے کیلئے ایسے بے بنیاد اور غلط دلائل افراد جماعت کے سامنے پیش کئے جنکی کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں۔ اور اوپر دن رات افراد جماعت کو یہ تلقین کرنا کہ چونکہ خلیفہ کو خدا تعالیٰ بناتا ہے لہذا اسکی کسی بات سے اختلاف کرنا گناہ ہے۔ استغفراللہ۔ عجیب بات ہے کہ وہ روحانی وجود جس نے الہام الٰہی کے مطابق اعلان کیا کہ میں بیک وقت مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کیلئے آیا ہوں اور سب قومیں اپنی اپنی پیاس کے مطابق مجھ سے روحانی فیض پائیں گی۔ بدقسمتی کی انتہاد یکھئے کہ خود ساختہ مصلح موعود صاحب نے آپؑ کو اپنے گھر یا اپنے خاندان کا نبی بنا دیا۔ اور آپؑ کے ہر قسم کے روحانی فیض کو آپکی اولاد کیلئے مختص کر دیا۔ خلیفہ ثانی نے آپکے بعد وہ آندھی مچائی کہ ہندوؤں یا عیسائیوں کا آپؑ سے روحانی فیض پانا تو درکنار، مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو آپؑ پر ایمان لا کر آپکی روحانی اولاد میں شامل ہوئے تھے انکے لئے بھی کوئی روحانی فیض نہیں چھوڑا۔ انہیں اخروی زندگی کے انعامات کا لالچ دیکر انکے ذمہ صرف شرح کے مطابق چندہ دینا مقرر کیا۔ اور جو نظام انہیں دیا اس میں انکی حیثیت بے دام غلام کی سی بنا دی گئی اور اس پر دعویٰ اسیروں کی رستگاری کا ۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

چند دیگر ضروری امور

(۱) یہ خدا کا عجیب سلوک تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے جس جسمانی بیٹے کو بھی واضح رنگ میں پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیا، وہی لڑکا فوت ہو گیا۔ اور وہ لڑکے جنکے نام تفاؤل کے طور پر رکھتے رہے وہ زندہ رہے۔

(۲) بالفرض محال اگر حضرت مسیح موعودؑ اپنے کسی اشتہار یا اپنی کسی دوسری تحریر میں قطعی طور پر یہ اعلان بھی فرما دیتے کہ مرزا محمود احمد مصلح موعود ہے۔ تب بھی آپ مصلح موعود نہیں بن سکتے تھے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کلام اللہ اور کلام ملہم کے درمیان تضاد کی صورت میں کلام ملہم کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ بیشک ایسا ملہم نبی ہی کیوں نہ ہو؟ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو کلام ملہم کو اجتہادی غلطی سمجھ کر چھوڑ دینا اور کلام اللہ کی پیروی کرنا ہی دانشمندی ہے۔

(۳) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے نزول کیساتھ ہی جماعت کیلئے ابتلا شروع ہو گیا تھا جیسا کہ اب تک کی بحث سے ثابت ہے۔ خلیفہ ثانی کے ۱۹۴۴ء میں غلط دعویٰ مصلح موعود سے یہ ابتلا شدید ہو گیا اور ہنوز جاری ہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ کا خاص تصرف ہی جماعت کو اس ابتلا سے نکال سکتا ہے۔

(۴) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں حضورؑ کو جو دو نشان عطا فرمائے گئے تھے، ان سے متعلق الہامی پیشگوئیاں اپنے اپنے اصل کی بجائے اپنے مثیلوں میں پوری ہو رہی ہیں۔ مثلاً ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' سے متعلق الہامی پیشگوئی کے مصداق بشیر احمد (اول) تھے لیکن پیشگوئی کے الفاظ کے مطابق آپ شیر خوارگی میں فوت ہو گئے اور آپکی وفات کے بعد الہامی پیشگوئی کا یہ حصہ آگے اپنے مثیل میں منتقل ہو کر مرزا بشیر الدین محمود احمد میں پورا ہو گیا۔ ''زکی غلام'' سے متعلق الہامی پیشگوئی کے مصداق صاحبزادہ مبارک احمد تھے لیکن وہ بھی چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے اسکے مثیل کی بشارت دیکر مصلح موعود کی اس الہامی پیشگوئی کو آگے مثیل مبارک احمد کی طرف منتقل کر دیا جو یقیناً حضورؑ کا کوئی روحانی فرزند ہے۔

(۵) ایک اشتہار میں حضورؑ فرماتے ہیں: ''اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی ظاہر کیا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی حقیقت میں دو سعید لڑکوں کے پیدا ہونے پر مشتمل تھی اور اس

عبارت تک کہ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ پہلے بشیر کی نسبت پیشگوئی ہے کہ جو روحانی طور پر نزول رحمت کا موجب ہوا۔ اور اسکے بعد کی عبارت دوسرے بشیر کی نسبت ہے۔''
(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۷۹ حاشیہ)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کا پہلا حصہ یعنی ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' سے متعلق پیشگوئی کا مصداق حضورؑ بشیر احمد (اول) کو سمجھتے تھے اور دوسرا حصہ پیشگوئی کا جو ''زکی غلام'' کے متعلق ہے حضورؑ اس کا مصداق دوسرے بشیر یعنی بشیر الدین محمود احمد کو خیال کرتے تھے۔ یہ درست ہے کہ آپکا یہی خیال تھا اور یہ آپکا اجتہادی خیال تھا نہ کہ الہامی۔ میں یہاں اس شبہ کو دور کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ''زکی غلام'' سے متعلق مبشر الہامات آپؑ کی وفات تک نازل فرما کر آپکے اس اجتہادی خیال یا قیاس کو دور فرما دیا۔ یہ بھی درست ہے کہ حضورؑ زکی غلام یعنی مصلح موعود کو اپنی صلبی اولاد میں ڈھونڈتے رہے۔ یہ آپکی خواہش تھی اس سے انکار نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی کچھ اور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس الہامی پیشگوئی کو آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔ آپکو ۱۹۰۶ء میں درج ذیل الہام ہوا۔

''وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا۔ انا عفونا عنک۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۸)

حضورؑ نے اسی کتاب کے حاشیہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اس کی تصریح نہیں کی گئی۔ واللہ اعلم۔'' اب میں تمام افراد جماعت سے پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ اس الہام سے کیا مراد تھی؟ آپکو معلوم نہیں ہے، میں آپکو بتاتا ہوں۔ مجھے یہ تفہیم ہوئی ہے کہ حضورؑ نے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں ''زکی غلام'' کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ کر اس الہامی پیشگوئی کو اپنے کسی جسمانی بیٹے کی طرف منتقل کر دیا جو کہ الٰہی رضا کے مطابق نہ تھا۔ یہ الہام اسی سلسلہ میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ وہ زکی غلام آپ کا روحانی بیٹا ہو جبکہ آپؑ نے چاہا کہ وہ آپکا جسمانی بیٹا ہو۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا۔ انا عفونا عنک۔'' اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپؑ کو معاف فرمایا بلکہ زکی غلام سے متعلق مبشر الہامات آپکی وفات تک نازل فرما کر آپکے اس اجتہادی خیال یا غلطی کو بھی دور فرما دیا۔

(۲) حضورؑ کے اس الہام ''وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا۔ انا عفونا عنک۔'' سے پہلے یہ الہامات ہوئے تھے۔ ''انی لاجد ریح یوسف لو لا ان تفندون۔ الم ترکیف فعل ربک باصحاب الفیل ط۔ الم یجعل کیدھم فی تضلیل ط (ترجمہ) اور مجھے گم گشتہ یوسف کی خوشبو آتی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ یہ شخص بہک رہا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب فیل کیساتھ کیا کیا۔ کیا اس نے انکے مکر کو الٹا کر انہیں پر نہیں مارا۔ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۸)

زکی غلام سے متعلق آخری مبشر الہام جو ۶، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو نازل ہوا تھا وہاں بھی زکی غلام کی بشارت کیساتھ اللہ تعالیٰ نے سورہ فیل کی یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ حضورؑ کے روحانی فرزند یعنی مصلح موعود کی بشارت کیساتھ سورہ فیل کی ان آیات کے نازل ہونے سے کیا مراد تھی؟ کیا حضورؑ کی جماعت میں بھی کوئی اصحاب فیل ایسا واقعہ رونما نہیں ہونے والا تھا؟ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو بھی واقعہ بیان ہوا ہو اسکے بیان کرنے کا صرف یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ گذشتہ زمانے میں واقعہ ہوا تھا۔ بلکہ اس واقعہ کے بیان کرنے کا یہ مطلب بھی ہوتا ہے کہ آئندہ زمانے میں بھی اس سے ملتا جلتا واقعہ ہوگا۔ سورہ الفیل کی تفسیر کرتے ہوئے خود خلیفہ ثانی رقمطراز ہیں۔

''اس سورۃ کے نیچے اسے (پادری وہیری Wherry) اعتراض کرنے کیلئے اور تو کچھ نہیں ملا کیونکہ اسکے نزدیک یہ صرف ایک قصہ ہے گو ہمارے نزدیک صرف قصہ نہیں کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم میں کوئی بات بطور قصہ بیان نہیں اگر وہ کسی گذشتہ قصہ کو بیان بھی کرتا ہے تو درحقیقت اس میں آئندہ کے متعلق پیشگوئی ہوتی ہے اور بتایا جاتا ہے کہ گو یہ واقعہ پیچھے ہو چکا ہے مگر آئندہ زمانہ میں بھی ایک اسی قسم کا واقعہ ہونے والا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ ۶۱)

اب امر واقع یہ ہے کہ زکی غلام کیساتھ سورہ الفیل کی ان آیات کا الہام ہونا محض کوئی اتفاقی واقعہ نہیں تھا بلکہ یہ بتاتا ہے کہ حضورؑ کی جماعت میں بھی اصحاب فیل ایسا واقعہ ہونیوالا تھا۔ اصحاب فیل کا یہ واقعہ آنحضورﷺ کی پیدائش سے تھوڑا پہلے اسی سال میں ہوا تھا۔ ابرہہ یمن کا گورنر یا سردار کسی ناخوشگوار واقعہ کی بدولت ناراض ہو کر مکہ پر حملہ آور ہوا تا کہ بیت اللہ کو نیست و نابود کر دے۔ ابرہہ کا لشکر جب معمس یعنی مکہ کے بالکل قریب پہنچا تو انہوں نے یہاں پڑاؤ کیا۔ اہل لشکر نے اردگرد جو مکہ والوں کے جانور وغیرہ چر رہے تھے قبضہ میں کر لیے۔ ان جانوروں میں عبدالمطلب کے بھی دوسو اونٹ تھے۔ اگلے دن جب عبدالمطلب ابرہہ کے دربار میں پہنچا تو ابرہہ نے پوچھا کس واسطے آئے ہو؟ عبدالمطلب نے جواباً عرض کیا کہ آپکے آدمیوں نے میرے دوسو اونٹ پکڑ لیے ہیں۔ میں انہیں لینے آیا ہوں۔ ابرہہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ تم عجیب آدمی ہو۔ تمہیں اپنے دوسو اونٹوں کی فکر ہے لیکن اپنے اور اپنی قوم کے دین کی فکر نہیں۔ میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے آیا ہوں۔ اس پر عبدالمطلب نے جواب دیا کہ اونٹوں کا مالک میں ہوں۔ اس لیے انکی واپسی کیلئے آیا ہوں اور خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے کہا مجھ سے اس گھر کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ لیکن تدبیر کند بندہ، تقدیر کند خندہ۔ عبدالمطلب نے جواباً کہا اچھا زور آزمائی کر کے دیکھ لو۔ ابرہہ نے اونٹ واپس کر دیئے اور اگلے دن بیت اللہ پر حملہ کیلئے لشکر روانہ ہو گیا۔ ابرہہ کے لشکر میں دس بارہ ہاتھی بھی تھے اور یہ اسلئے لائے گئے تھے تا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو گرانے میں آسانی ہو۔ ان ہاتھیوں کا سردار محمود نامی ہاتھی تھا۔ بیت اللہ کے قریب جا کر محمود نامی سردار ہاتھی بیٹھ گیا۔ فیل

بانوں نے اسے اٹھانے کی لاکھ کوششیں کیں لیکن ناکام رہے۔ پھر بطور امتحان اس کا منہ یمن کی طرف کر کے چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا۔ شام کی طرف چلانا چاہا تب بھی چل پڑا۔ مشرق کی طرف بھی دوڑ کر چل پڑا۔ لیکن جب مکہ کی طرف منہ کر کے چلاتے تو وہیں بیٹھ جاتا۔ یہ دیکھ کر لشکر پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی۔ وہ ہاتھی کو مارتے رہے اور اسے اٹھانے کی کوشش کرتے رہے مگر وہ نہ اٹھا۔ اس دوران ایک تو سپاہیوں میں چیچک کی بیماری پھیلنی شروع ہوگئی اور دوسرے سمندر کی طرف سے گھٹا ٹوپ پرندوں کے جھرمٹ بادل کی طرح امنڈ امنڈ کر چلے آئے۔ ان پرندوں کے پنجوں اور چونچوں میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے جو انہوں نے لشکر پر برسانے شروع کر دیئے۔ قصہ مختصر اللہ تعالیٰ نے ان پرندوں کے ذریعہ ابرہہ اور اسکے لشکر کو تہس نہس کر دیا۔ سورہ فیل کے اس واقعہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں جو واقع ہوا ہے ان دونوں میں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے۔

(ا) ابرہہ نے طاقت کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ کے گھر خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا۔ دوسری طرف جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؑ کی جسمانی اولاد اس پیشگوئی کے دائرہ بشارت میں نہیں آتی۔ لیکن پھر بھی حضورؑ کے اجتہاد کی بنا پر خلیفہ ثانی نے طاقت کے نشہ میں آ کر اس ''نشان رحمت'' پر قبضہ کر لیا۔

(اا) ابرہہ کے لشکر میں ہاتھیوں کے سردار محمود نامی ہاتھی پر خوف خدا غالب آ گیا اور وہ بیت اللہ کو گرانے کیلئے تیار نہ ہوا۔ لیکن عجیب اتفاق دیکھئے کہ ادھر حضورؑ کا اپنا محمود نامی بیٹا اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرا اور اس نے اس الہامی پیشگوئی پر بظاہر قبضہ کر کے اس کی خدائی پر حملہ کر دیا۔

(ااا) خانہ کعبہ کی مسماری کے اس بدمنصوبہ کا نتیجہ ابرہہ کے لشکر کی تباہی کی صورت میں نکلا۔ اب پیشگوئی مصلح موعود پر قابض لوگوں کا انجام بھی اصحاب فیل ایسا ہی ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور ممکن نہیں یہ لوگ اپنے مکر میں کامیاب ہوں۔

(ے) ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں زکی غلام کی بہت ساری علامات اور صفات بیان ہیں۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اسی موعود زکی غلام کی ایک اور صفت یعنی اس کا ''نافلہ'' ہونا بھی بیان فرمادیا۔ جیسا کہ درج بالا الہامات میں اس صفت کا ذکر ہے۔ حضورؑ نے اس ''نافلہ'' سے مراد پھر اپنا کوئی پوتا سمجھ لیا اور اس نافلہ غلام کی بشارت کو مرزا محمود کے اولین فرزند مرزا نصیر احمد پر لگا بھی دیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

''بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اسی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ میں یہ پیشگوئی لکھی تھی۔

وبشرنی بخامس فی حین من الاحیان یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اسکے بارہ میں ایک اور الہام بھی ہوا کہ جو اخبار البدر الحکم میں مدت ہوئی کہ شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ انا نبشرك بغلام نافلۃً لک نافلۃً من عندی۔ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں کہ جو نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے چنانچہ قریباً تین ماہ کا عرصہ گذرا ہے کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔ سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس کے بعد پوری ہوئی۔'' (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۸)

بعد ازاں یہ پوتا بھی خردسالی میں فوت ہو گیا اور اسکی وفات نے ثابت کر دیا کہ مبشر الہامات میں نافلہ موعود سے مراد حضورؑ کا کوئی پوتا نہیں تھا بلکہ یہ لفظ بمعنی ''زائد انعام'' استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد مصلح موعود ہی تھا۔

مصلح موعود کی احادیث میں خبر

خلیفہ ثانی اپنی کتاب کے صفحہ ۵۱ پر ''مصلح موعود کی احادیث میں خبر'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''رسول کریم ﷺ بھی مصلح موعود کی خبر دیتے اور اسکے ظہور کا زمانہ مسیح موعودؑ میں ہی بتاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ یتزوج و یولدلہ (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ ابن مریم) مسیح موعودؑ شادی کریگا اور اسکے ہاں اولاد ہوگی۔ اب اسکے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ مسیح موعود کے ہاں ویسی ہی معمولی اولاد ہو جائیگی جیسی اور لوگوں کے ہاں ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول کریم ﷺ کو خاص طور پر یہ خبر دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن آپ کا یہ خبر دینا بتاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ اسکے ہاں خاص اولاد پیدا ہوگی ویسے ہی کمالات اور ویسے ہی اوصاف رکھنے والی جیسے حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔''

خلیفہ ثانی کا یہ دعویٰ کہ اس مندرجہ بالا حدیث میں مصلح موعود کی خبر موجود ہے قطعی طور پر غلط ہے۔ یہ ایک فریب تھا جو افراد جماعت کے آگے کیا گیا۔ اس حدیث کا صرف اتنا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس موعود مسیح کی خبر دی تھی وہ شادی کریگا اور صاحب اولاد ہوگا۔ اس حدیث کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ روحانی فرزند جو کہ مصلح موعود ہے وہ اس موعود مسیح کا جسمانی بیٹا ہوگا۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے تو وہ تمام الہامات جو ''زکی غلام'' کی پیدائش کے متعلق حضورؑ پر آپکی وفات تک نازل ہوتے رہے، ان کا کیا ہوگا؟ یہ الہامات تو

اس مصلح موعود کو حضورؑ کی صلبی اولاد سے باہر نکال دیتے ہیں۔اگر حضرت مرزا غلام احمدؑ سچے مہدی تھے تو پھر آپ کا روحانی فرزند یعنی مصلح موعود آپ کا جسمانی بیٹا نہیں ہوسکتا۔اور اگر آپؑ کے کسی بیٹے نے دھکے سے مصلح موعود بننے کی کوشش کی ہے تو بالفاظ دیگر اس نے پھر اپنے باپ کی صداقت پر حملہ کیا ہے۔اے افراد جماعت:۔اگر خلیفہ ثانی کا دعوی مصلح موعود سچا ہے تو پھر نعوذ باللہ حضرت مہدیؑ جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔اور اگر حضرت مہدیؑ سچے تھے اور میں کہتا ہوں کہ یقیناً سچے تھے تو پھر خلیفہ ثانی کیا تھے؟ آپ خود ہی فتوی دے دینا۔جہاں تک احادیث میں مصلح موعود کی خبر کا تعلق ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ ضرور ہے۔لیکن اس حدیث ''یتزوج و یولدلہ'' میں نہیں بلکہ بعض دوسری احادیث میں ہے جن کا ذکر میں درج ذیل کرتا ہوں۔آنحضورﷺ فرماتے ہیں:۔

(۱)﴿عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم فامکم۔﴾(صحیح مسلم جلداول باب نزول عیسیٰؑ کا بیان صہ۲۶۲) ترجمہ۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم نازل ہونگے تم میں، پس وہ تمہاری امامت کریں گے۔

(۲)﴿عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم۔﴾(صحیح مسلم جلداول باب نزول عیسیٰؑ کا بیان صہ۲۶۲) ترجمہ۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یقیناً رسول اللہﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم نازل ہونگے تم میں، پس وہ تمہاری امامت کریں گے تم ہی میں سے۔

(۳)﴿عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔﴾(صحیح مسلم باب نزول عیسیٰؑ کا بیان و صحیح بخاری باب نزول عیسی ابن مریم صہ۲۶۲ و ۳۵۴) ترجمہ۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا کیسے ہوگے تم جب ابن مریم نازل ہوگا تم میں، اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

محسن انسانیتﷺ (فداہ نفسی وابی وامی) کے سب جہانوں پر بے انتہا احسانات ہیں۔آپﷺ کو اپنی امت کا بھی بہت درد تھا۔آپﷺ نے اپنی امت کی خوب کھول کھول کر راہنمائی فرمائی ہے۔مثلاً مسیح ابن مریم کے نزول کے سلسلے میں بھی آپ ﷺ نے اپنی امت کی ایسی شاندار راہنمائی فرمائی کہ راہنمائی کا حق ادا کر دیا اور کوئی مسلمان یہ شکوہ نہیں کر سکتا کہ ہماری راہنمائی میں کوئی کمی رہ گئی تھی۔ان سہ احادیث میں سے آخری حدیث میں مصلح موعود کا بھی ذکر موجود ہے۔وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ ان سہ احادیث میں ایک ابن مریم کا ذکر نہیں بلکہ دو کا ذکر ہے۔ایک تو وہ ہیں جو بوقت نزول امام ہونگے اور یہ امام مہدیؑ تھے اور دوسرا جب نازل ہوگا تو اس وقت امت محمد یہ بغیر امام نہیں ہوگی بلکہ اس میں ایک امیر یا منتخب امام ہوگا۔آنیوالا ابن مریم غلام مسیح الزماں ہوگا اور وہی مصلح موعود ہے۔صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث میں بھی اس مصلح موعود کا ذکر اس طرح ہے۔کہ

﴿عن جابر بن عبداللہ یقول سمعت النبی ﷺ یقول لا تزال طائفت من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیمتہ قال فینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذ ہ الامۃ۔﴾

(صحیح مسلم جلداول باب نزول عیسیٰؑ کا بیان صہ۲۶۴)

ترجمہ۔جابر بن عبداللہ سے روایت ہے میں نے سنا رسول اللہﷺ سے آپ نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی قیامت کے دن تک، وہ غالب رہے گی۔پھر عیسی ابن مریم نازل ہونگے۔پھر اس جماعت کا امیر کہے گا آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ وہ کہیں گے نہیں تمہارا بعض بعض پر امام ہے۔اس امت کی اللہ تعالی نے عزت افزائی فرمائی ہے۔

اس حدیث میں جس ابن مریم کا ذکر ہے، یہ وہی مصلح موعود یعنی حضرت مہدیؑ کا روحانی فرزند ہی تو ہے۔اور حدیث میں جس امیر کا ذکر ہے، یہ کوئی اس وقت کا منتخبہ یا نامزد امیر ہوگا اور اس طرح اس وقت امت محمد یہ کی یہ جماعت بے امیر یا بے امام نہیں ہوگی بلکہ با امام اور با امیر ہوگی۔اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر بوقت نزول ابن مریم یا مصلح موعود امت محمد یہ میں با قاعدہ ایک منتخب امام یا امیر ہوگا تو پھر اس مسیح ابن مریم یا مصلح موعود کی کیا ضرورت تھی؟ اس ضمن میں گذارش ہے کہ اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو دراصل وہ آنحضور ﷺ اور حضرت مہدیؑ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔حضرت مہدیؑ تو یہ فرماتے ہیں کہ میرے بعد امام بھی ہونگے اور مسیح بھی (روحانی خزائن جلد۲۰ صہ۲۰۸) اور یہ کہ میرے بعد میرا روحانی فرزند آئیگا اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضورؑ کے بعد آپکی جماعت اماموں کے ہوتے ہوئے بگڑے گی۔بلکہ جماعت کے اس بگڑنے کے بعض امام خود ذمہ دار ہونگے تو پھر کوئی منتخب یا نامزد امیر یا امام اس فتنے کی اصلاح کیسے کر سکتا تھا؟ یقیناً ایسے فتن کی اصلاح اللہ تعالی کا مقرر کردہ امام یا مصلح موعود کریگا جو آسمان سے نازل ہوگا اور زمین والوں کی راہ سیدھی کر دیگا۔

اب اسی سیاق وسباق میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر ایسی حالت ہو کہ حضورؑ کی جماعت میں ایک منتخبہ امیر یا امام موجود ہو اور اسکے ہوتے ہوئے ایک شخص خدا کی طرف سے مصلح بن کر آجائے اور اسکے پاس اپنی سچائی کا ناقابل تردید ثبوت ہو تو ایسی حالت میں افراد جماعت کیا کریں؟ کیا وہ منتخب امیر کی پیروی کریں یا اس خدا کے مقرر کردہ مصلح کی

پیروی کریں؟اس سوال کا جواب میں خود دینے کی بجائے حضرت مہدیؑ کا اپنا فتوی احباب جماعت کے آگے رکھتا ہوں۔اور میں امید رکھتا ہوں کہ کسی بڑے بد بخت کے سوا اور کوئی بھی حضورؑ کے اس فتوی کو رد نہیں کریگا۔جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضورؑ نے اپنے بعد اماموں اور مسیح دونوں کا ذکر اور وعدہ فرمایا ہے۔اور مسیح ،مصلح موعود ہی تو ہے اور وہ کسی منتخب امام کے وقت میں ہی نازل ہوگا۔حضورؑ کو پتہ تھا کہ جب میرا روحانی فرزند نازل ہوگا تو ضرور جماعت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ ہم کیا کریں اور کس کی پیروی کریں؟اس لئے آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کی خبر ملنے کیساتھ ہی ایک رسالہ بعنوان ''الوصیت'' تحریر فرمایا اور اس میں جماعت کو اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

''اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ث۔خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔کیا یورپ اور کیا ایشیاء۔ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں۔توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لیے میں دنیا میں بھیجا گیا۔سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے **اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔**''

(ث)''ایسے لوگوں کا انتخاب مومنوں کے اتفاق رائے پر ہوگا۔پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کریں گے کہ وہ اس بات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگوں سے بیعت لے۔وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا۔اور چاہیے کہ وہ اپنے تئیں دوسروں کے لیے نمونہ بناوے۔خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میں تیری جماعت کے لیے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے۔سو ان دنوں کے منتظر رہو۔اور تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھیرے۔جیسا کہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ میں صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔''(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۶،۳۰۷)

حضورؑ کے ان الفاظ میں متذکرہ بالا سوال کا جواب بڑا واضح ہے۔آپؑ فرمارہے ہیں کہ میری رحلت کیساتھ ہی ایک منتخب امامت کا سلسلہ شروع ہو جائیگا اور یہ اس وقت تک رہے گا جب تک موعود مصلح بذریعہ روح القدس کھڑا نہیں ہوتا۔اور جب وہ موعود مصلح بذریعہ روح القدس کھڑا ہو جائے تو پھر جماعت اس کی پیروی کرے۔حضورؑ کی رحلت کے بعد سے لیکر آپؑ کے روحانی فرزند یعنی مصلح موعود تک جو لوگ منتخب امام بن کر آئیں گے،یہ لوگ دراصل عبوری دور میں بطور نگران (care taker) آئیں گے۔لیکن خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ عبوری دور میں منتخب ہو کر امام بننے والے یہ نگران لوگ مہدیؑ کی جماعت کے مالک بن کر بیٹھ جائیں گے اور آپؑ کے روحانی فرزند کا جھوٹے حربوں کیساتھ راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔میں احباب جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی اسی طرح نہیں ہوا؟اور کیا اسی طرح نہیں ہو رہا؟

وہ خواب جسکی بنیاد پر خلیفہ ثانی نے مصلح موعود کا دعویٰ کیا،درج کرنے سے پہلے میں خوابوں کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔اسلام میں سچی خواب اور اسکی تعبیر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔خواب دراصل وحی والہام ہی کی ایک قسم ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی مخصوص پیغام اپنے کسی مخصوص بندے کو پہنچاتا ہے۔اسی سلسلہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:۔

''تین قسم کی خوابیں ہوتی ہیں۔ایک نفسانی،ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔نفسانی جیسے بلی کو چھیچھڑوں کے خواب۔شیطانی وہ جس میں ڈر و دہشت ہو۔رحمانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہے اور اسکا ثبوت صرف تجربہ ہے۔''(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۲۸)

اب آپؑ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ خوابیں تین قسم کی ہوتی ہیں (۱) نفسانی (۲) شیطانی (۳) اور رحمانی۔نفسانی خواب سے متعلق آپؑ فرماتے ہیں کہ جیسے ''بلی کو چھیچھڑوں کے خواب''۔خلیفہ ثانی اللہ تعالیٰ کے سچے مہدی و مسیح کے گھر میں پیدا ہوئے۔دوسری بیوی کے زندہ لڑکوں میں سب سے بڑے تھے۔ہوش و حواس سنبھالتے ہی آپکو بھی پیشگوئی مصلح موعود کا پتہ چلا ہوگا۔پھر حضورؑ اجتہادی طور پر اس مصلح موعود کو اپنی صلبی اولاد میں سے سمجھتے رہے اور اس کا علم بھی آپکو تھا۔پھر حضورؑ کی رحلت کے بعد آپ خلیفہ اول تو نہ بنائے گئے لیکن حضرت خلیفہ اولؓ نے خلیفہ اول ہوتے ہوئے اپنے اختیارات عملاً آپکو اپنا مشیر خاص بنا کر سنبھال دیئے تھے۔حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے بعد آپ خلیفہ بنا دیئے گئے یا بن گئے۔آپکے خلیفہ ثانی بنتے ہی فہم و فراست سے عاری لوگوں (علما اور جہلا) نے آپکو مصلح موعود کا ٹائٹل بصورت پسر موعود دے دیا۔میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی پیشگوئی مصلح موعود آپکے اعصاب پر سوار ہوگئی اور خلیفہ بنتے ہی آپ نے عملاً اس پیشگوئی پر قبضہ کر لیا۔لیکن دعویٰ کرنے سے ڈرتے رہے۔آپ نے افراد جماعت کا گہرا نفسیاتی مطالعہ شروع کرنے کیساتھ ساتھ اس رنگ میں جماعتی خدمات شروع کر دیں کہ لوگوں کے اس پیشگوئی کے سلسلہ میں آپکے متعلق جو تھوڑے بہت شکوک تھے وہ بھی رفع ہو جائیں اور لوگ آپکو بغیر دعویٰ کے ہی مصلح موعود کے خطاب سے نواز دیں۔درج ذیل آپکے بیانات آپکی اس نفسیاتی خواہش کے آئینہ دار ہیں۔

(۱) مولوی ابوالعطاء جالندھری کی درخواست کے جواب میں خلیفہ ثانی اٹھارہ جون ۱۹۳۷ء کو لکھتے ہیں۔

’’آپکےسوال کا جواب یہ ہے کہ اول میرے نزدیک مصلح موعود بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کی موجود اولاد میں سے ایک لڑکا ہے نہ کہ آئندہ زمانے میں آنے والا کوئی فرد۔ دوئم۔ میرے نزدیک جہاں تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اسکی نوے فیصد باتیں میرے زمانہ خلافت کے کاموں کے مطابق ہیں۔ سوئم۔ چونکہ اس پیشگوئی کے موعود کیلئے دعوی شرط قرار نہیں دیا اسلئے میرے نزدیک میرے لیے دعوی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ اس پیشگوئی کی جو غرض ہے وہ بڑی حد تک خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے پوری کر دی ہے لیکن میں اس میں تعجب کی بات نہیں دیکھتا اگر میرے بھائیوں میں سے کسی دوسرے کے ذریعے سے بھی اسی قسم کے یا ان سے بڑھ کر کام خدا تعالیٰ کروائے۔

(ابوالعطاء جالندھری، مصنف محمد افضل ظفر، صفحات ۱۸۸ تا ۱۸۹)

(۲)’’میرے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی چونکہ مامور کے متعلق نہیں بلکہ غیر مامور کے متعلق ہے اسلئے وہ ان پیشگوئیوں میں داخل ہی نہیں جن میں کسی دعوی کی ضرورت ہو۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی پیشگوئی کسی مامور کے متعلق نہ ہو تو اس میں دعوی کی ضرورت نہیں ہوتی۔‘‘ (الفضل مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۳۹ء)

(۳)’’اگر مجھ پر تمام علامات چسپاں ہو رہی ہوں اور جس قدر نشانات مصلح موعود کے بتائے گئے ہوں وہ سب مجھ پر پورے ہو رہے ہوں۔۔۔۔۔ تو کوئی لاکھ شور مچاتا رہے کہ یہ مصلح موعود نہیں دنیا اسکی بات پر کان نہیں دھرے گی۔‘‘ (ایضاً)

(۴) ۱۹۴۰ء میں آپ خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں۔

’’لوگوں نے کوشش کی ہے کہ میں دعوی مصلح موعود کروں لیکن میں اسکی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کہا جاتا ہے کہ میرے پیروکار یقین رکھتے ہیں کہ میں مصلح موعود ہوں حالانکہ میں نے کوئی ایسا دعوی نہیں کیا۔ میں ایسا دعوی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اگر میں واقعی مصلح موعود ہوں تو میرے دعوی مصلح موعود نہ کرنے سے میرے مقام پر فرق نہیں پڑتا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہو اس سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں کسی شخص کا دعوی کرنا ضروری نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی منظوری سے جو سابقہ مجددین کی فہرست شائع ہوئی ہے ان میں سے کتنوں نے دعوی کیا؟ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو فرماتے سنا ہے کہ اورنگ زیب بھی اپنے وقت کا مجدد تھا۔ کیا اس نے کوئی دعوی کیا؟ عمر بن عبدالعزیز کو بھی مجدد تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس نے کوئی دعوی کیا؟ لہذا ایک غیر مامور کیلئے دعوی کرنا ضروری نہیں۔ ایک مامور سے متعلق پیشگوئی کے سلسلہ میں دعوی کرنا ضروری ہے۔ ایک غیر مامور کی صورت میں کسی شخص کی کامیابیوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی کا مصداق ہے یا نہیں۔ اسلئے ضروری نہیں کہ وہ دعوی کرے۔ ایسی صورت میں اگر کوئی شخص کسی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا انکار بھی کر دے تب بھی یہی سمجھا جائے گا کہ پیشگوئی اسکے وجود میں پوری ہوگئی۔۔۔۔۔ لہذا میں یہ ضروری نہیں سمجھتا کہ کوئی دعوی کروں کہ میں مصلح موعود ہوں۔‘‘ (احمدیت۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ (انگریزی) مصنف محمد ظفر اللہ خاں صفحہ ۲۸۹)

(۵)’’اگر میں (مصلح موعود) ہوں تو الحمدللہ۔ دعوی سے فائدہ نہیں۔ اگر میں نہیں تو اس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہوگیا۔‘‘ (مضمون پیشگوئی مصلح موعود اور خلافت رابعہ صفحہ ا مصنف فضل الٰہی انوری بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۰)

(۶)’’آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔‘‘

(الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۲)

اولاً۔ خلیفہ ثانی کا یہ دعوی کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کی جسمانی اولاد میں سے ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن پاک اور وہ کلام الٰہی جو حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا، کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ حضورؑ کی جسمانی اولاد تو اس الہامی پیشگوئی کے دائرہ ہی میں نہیں آتی۔ موعود ز کی غلام یعنی مصلح موعود حضورؑ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں بلکہ وہ آپؑ کا روحانی فرزند ہے اسی طرح جس طرح آپؑ خود آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ ’’میں اس میں تعجب کی بات نہیں دیکھتا اگر میرے بھائیوں میں سے کسی دوسرے کے ذریعے سے بھی اسی قسم کے یا ان سے بڑھ کر کام خدا تعالیٰ کروائے۔‘‘ دراصل اپنے دوسرے بھائیوں کو خوش رکھنے کیلئے آپکا یہ ایک سیاسی ٹرک (Trick) تھا۔

ثانیاً۔ خلیفہ ثانی ۱۹۳۷ء میں فرماتے ہیں کہ ’’میرے نزدیک جہاں تک میں نے اس پیشگوئی کا مطالعہ کیا ہے اسکی نوے فیصد باتیں میرے زمانہ خلافت کے کاموں کے مطابق ہیں‘‘ اور ’’چونکہ اس پیشگوئی کے موعود کیلئے دعوی شرط قرار نہیں دیا اسلئے میرے نزدیک میرے لیے دعوی کی کوئی ضرورت نہیں ہے‘‘ اور پھر جنوری ۱۹۴۴ء میں دعوی مصلح موعود بھی کرنا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمانا کہ ’’آج میں نے پہلی دفعہ وہ تمام پیشگوئیاں منگوا کر اس نیت سے دیکھیں کہ میں ان پیشگوئیوں کی حقیقت کو سمجھوں اور دیکھوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کیا کچھ بیان فرمایا ہے۔‘‘ خلیفہ ثانی کے ان بیانات میں قدم قدم پر تضادات یہ بتا رہے ہیں کہ آپ کا دعوی مصلح موعود سیاسی تھا نہ کہ روحانی۔

ثالثاً۔ خلیفہ ثانی فرماتے ہیں کہ اگر کسی پیشگوئی کا مصداق مامور ہو تو اس کیلئے دعوی کرنا ضروری ہے اور غیر مامور کے لیے دعوی کرنا ضروری نہیں۔ خلیفہ ثانی کو یہ کیسے پتہ چل گیا کہ ۲۰

فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی غیر مامور کے متعلق ہے اور پھر ۱۹۴۴ء میں جب آپ نے دعویٰ کیا تو کیا یہی پیشگوئی ماموروالی پیشگوئی بن گئی تھی؟ دعوے کا تعلق تو موعود ہونے سے ہوتا ہے نہ کہ غیر موعود سے۔ چونکہ زکی غلام بقول حضرت مسیح موعودؑ مصلح موعود ہے لہذا اسکے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا علم اور ثبوت پا کر دعویٰ کرے۔ اگر خلیفہ ثانی کو اس پیشگوئی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی تو انہیں اسکے متعلق ایسے قیاس اور اندازے لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپکے یہ قیاس اور اندازے بتا رہے ہیں کہ یہ الہامی پیشگوئی آپ کے مقاصد کی راہ میں ایک بڑی روکاوٹ تھی اور آپ ہر صورت میں اس روکاوٹ کو دور کرنا چاہتے تھے۔

رابعاً۔ خلیفہ ثانی افراد جماعت کو یہ پیغام دیتے اور انکو قائل کرتے رہے کہ اگر میں دعویٰ نہ بھی کروں تب بھی میں ہی مصلح موعود ہوں اور اس الہامی پیشگوئی کا مجھے ہی مصداق سمجھنا۔ آپکی یہ گول مول باتیں اس حقیقت کی تصدیق کر رہی ہیں کہ آپ جانتے تھے کہ اگر کوئی اور شخص مصلح موعود ہوا اور وہ آپکے بعد آیا تو آپکا دعویٰ کرنا بڑی غلطی اور بڑی حماقت ہوگی۔ اس لیے آپکی یہ کوشش رہی کہ مجھے دعویٰ بھی نہ کرنا پڑے اور میں مصلح موعود بھی تسلیم کیا جاؤں۔ وہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں کسی مجدد نے دعویٰ نہیں کیا لہذا پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کو بھی کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں بلکہ اسکے کارناموں سے ہی اسکو پہچانا جائے گا۔ آپ نے یہ بات بھی غلط اور نامکمل کہی ہے۔ مزید یہ کہ پیشگوئی کے مصداق کے پیمانے کا تعین بھی خود ہی کر لیا وہ یہ کہ اسکے کاموں کی وجہ سے اسے پہچانا جائے گا۔ اگر پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق کی پہچان لوگوں نے اسکے کارناموں کی وجہ سے ہی کرنی تھی تو پھر بعد ازاں آپ نے دعویٰ کیوں کیا؟ یہ سب متضاد باتیں بتا رہی ہیں کہ آپ کو اس پیشگوئی کا بہت خوف تھا اور آپ ہر صورت میں اس پیشگوئی کا معاملہ حل کرنا چاہتے تھے۔ باقی رہا مجددین کا معاملہ تو اس سلسلہ میں بھی خاکسار عرض کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث میں عمومی رنگ میں تجدید دین کا ذکر فرمایا ہے۔ ان عمومی مجددین کیلئے ضروری نہ تھا کہ وہ دعویٰ بھی کرتے کیونکہ وہ موعود نہ تھے لہذا انہوں نے دعاوی نہیں کیے۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے بعد دو اشخاص کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں اشخاص بھی اپنے وقت میں اپنی اپنی صدی کے مجدد ہی ہیں لیکن انہوں نے چونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کیساتھ غلبہ اسلام کیلئے خصوصی خدمات سرانجام دینی تھیں اس لئے حضور اکرم ﷺ نے بطور خاص ان دونوں کا دوسری احادیث میں ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں اشخاص مہدی مہود اور مسیح موعود ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

(۱)﴿عن جعفرؓ عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ ابشروا ابشروا انما مثل امتی مثل الغيث لايدری اخره خيرام اوله او كحديقة اطعم منها فوج عاما ثم اطعم فوج عاما لعل اخرها فوجا ان يكون اعرضها عرضا و اعمقها عمقا و احسنها حسنا كيف تهلك امة انا اولها والمهدی و سطها و المسيح اخرها و لكن بين ذالك فيج اعوج ليسو امنی و لا انا منهم۔ رواه رزين۔﴾ (مشکوۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

ترجمہ۔ جعفرؓ اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم خوش ہوؤ اور خوش ہوؤ۔ میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے یہ نہیں جانا جاتا اسکا اول بہتر ہے یا آخر یا اسکی مثال باغ کی مانند ہے۔ اس سے ایک سال تک ایک فوج کھلائی گئی پھر ایک فوج ایک دوسرے سال کھلائی گئی شاید کہ جب دوسری فوج کھائے وہ بہت چوڑا اور بہت گہرا اور بہت اچھا بن جائے۔ وہ امت کیسے ہلاک ہو جسکے اول میں، میں ہوں، مہدی اسکے وسط میں اور مسیح اسکے آخر میں ہے۔ لیکن اسکے درمیان ایک کجرو جماعت ہوگی انکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور میرا انکے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(۲)﴿عن ابن عباسؓ مرفوعا قال لن تهلک امة انا فی اولها وعيسى بن مريم فی اخرها والمهدی فی وسطها۔﴾ (کنزالعمال ۷/صفحہ ۱۸۷۔ جامع الصغیر ۲/۱۰۴ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ ۴۰۲) ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہو سکتی جسکے شروع میں، میں اور آخر میں عیسیٰ ابن مریم اور درمیان میں مہدی ہونگے۔

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی مہودؑ اور مسیح موعودؑ دو الگ الگ وجود ہیں۔ اگرچہ مہدی مہودؑ اپنے وقت میں مہدی ہونے کے علاوہ مسیح بھی ہونگے لیکن مہدیؑ کے بعد آنحضرت ﷺ نے ایک اور مسیح موعود کا ذکر فرمایا ہے۔ جماعت احمدیہ میں آج تک یہ غلط کوشش کی گئی ہے کہ مہدی اور مسیح ایک ہی وجود کے دو صفاتی نام ہیں اور چونکہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کے وجود میں یہ دونوں پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں لہذا اب حضرت مرزا صاحبؑ کے بعد کسی نے نہیں آنا۔ (ایک ناجائز اور غلط دعویٰ مصلح موعود کر کے دراصل اس موضوع سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کی یہ ناکام کوشش تھی)۔ اب وہ مسیح موعود جس نے آنحضور ﷺ کی خبر کے مطابق حضرت مہدیؑ کے بعد نازل ہونا ہے، ظاہر ہے وہ خدا تعالیٰ سے علم اور اپنا ثبوت پا کر دعویٰ بھی کرے گا۔ اگرچہ گذشتہ مجددین کی طرح وہ حضرت مہدیؑ کے بعد اگلی صدی کا مجدد ہوگا۔ لیکن وہ خالی عمومی مجدد نہیں ہوگا بلکہ وہ مذہب کے علاوہ دنیائے علم کا بھی مجدد ہوگا اور مسیحی نفس ہوگا۔ اور یوں مقدر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہاتھ پر آنحضرت ﷺ کے دین اسلام کو فتح اور غلبہ بخشے گا۔ وہ چونکہ عام مجددین سے ہٹ کر ایک خاص مصلح ہوگا لہذا یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ دعویٰ ہی نہ کرے اور لوگ اسے اپنے اپنے اندازوں سے ڈھونڈتے پھریں۔ حضورؓ فرماتے ہیں۔

﴾ مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ۔ دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

اے رسولوں کے فخر تیرا خدا کے نزدیک مقام قرب مجھے معلوم ہو گیا ہے تو دیر سے آیا ہے (اور) دور کے راستہ سے آیا ہے۔﴿ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۹۱)
عجیب بات ہے کہ اللہ تعالی تو اس مصلح موعود کو رسولوں کے فخر کا خطاب دے رہا ہے اور خلیفہ ثانی فرما رہے ہیں کہ اسے دعوی کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔لوگ اسے اسکے کارناموں سے پہچانیں گے۔عجیب تضاد ہے خلیفہ ثانی کی باتوں میں اور عجیب مضحکہ خیز تھے آپکے ڈھکوسلے۔میں عرض کرتا ہوں کہ اس مصلح موعود نے اپنے وقت پر کھڑا ہونا ہے۔ جب اسکو خدا تعالی سے قطعی علم اور قطعی ثبوت ملنا ہے تو اس نے دعوی کر کے لوگوں کو اپنے مقابلہ میں بلانا ہے۔لیکن اپنے اور غیر لا جواب ہو کر اس کے مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔اور اس طرح حضورؑ کی یہ پیشگوئی اسکے وجود میں روز روشن کی طرح پوری ہو جائے گی۔"اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دینگے۔" (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹)
خامساً۔مشتے نمونہ از خروارے کے مطابق خلیفہ ثانی کے متذکرہ بالا بیانات اس بات کی چغلی کھا رہے ہیں کہ پیشگوئی مصلح موعود آپکے اعصاب پر سوار تھی۔اور مزید یہ کہ آپ نے خلیفہ بنتے ہی عملاً اس پیشگوئی کو اپنی جاگیر سمجھ لیا اور ہر صورت میں (دعوی کیساتھ یا بغیر دعوی) اس کا مصداق بننے پر تل گئے۔اور اللہ تعالی نے بھی ایک طویل عرصہ آپکو مسند خلافت پر بٹھا کر آپکی خوب آزمائش کی کہ آپ کرتے کیا ہیں؟ خلافت آپکے لئے ایک بہت بڑی آزمائش بن گئی اور آپ اس آزمائش میں نہ صرف ناکام ہوئے بلکہ مجرم بن گئے اور اس حقیقت کا افراد جماعت کو اسی مضمون میں عرفان ہو جائے گا انشاء اللہ۔خلیفہ ثانی بننے کے بعد افراد جماعت کی اکثریت تو آپکی بیعت کر چکی تھی لیکن بعض نا سمجھ علما اور جہلا آپکو اپنے خیال میں مصلح موعود بنا بیٹھے۔حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ مصلح موعود خدا بنایا کرتا ہے نہ کہ بندے لیکن چونکہ "لوگ آئے اور دعوی کر بیٹھے۔شیر خدا نے انکو پکڑا۔ اور شیر خدا نے فتح پائی" (روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۲۹) کا الہام بھی تو پورا ہونا تھا۔لہذا اسی الہام کے مطابق ہوا اور لوگوں نے خلیفہ ثانی کے مصلح موعود ہونے کا دعوی کر دیا۔ لوگوں کے مصلح موعود بنانے کے بعد آپ زور و شور سے جماعتی خدمات کیساتھ ساتھ اس موقعہ کی بھی تلاش میں رہے جس سے دعوی کی کمی کا بھی ازالہ ہو جائے۔آخر تیس سال کے انتظار کے بعد یہ سنہری موقعہ آپکو مورخہ ۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو ایک خواب کی شکل میں میسر آ گیا۔آپ اپنا یہ خواب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خلیفہ ثانی کا خواب

"میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہے وہاں کچھ عمارتیں ہیں۔نہ معلوم وہ گڑھیاں ہیں یا ٹرنچز ہیں۔بہر حال وہ جنگ کے ساتھ تعلق رکھنے والی عمارتیں ہیں۔وہاں کچھ لوگ ہیں جنکے متعلق میں نہیں جانتا کہ آیا وہ ہماری جماعت کے لوگ ہیں۔یا یونہی مجھے ان سے تعلق ہے۔میں ان کے پاس ہوں۔اتنے میں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جرمن فوج نے جو اس فوج سے کہ جسکے پاس میں ہوں۔برسر پیکار ہے یہ معلوم کر لیا ہے کہ میں وہاں ہوں اور اس نے اس مقام پر حملہ کر دیا ہے۔اور وہ حملہ اتنا شدید ہے کہ اس جگہ کی فوج نے پسپا ہونا شروع کر دیا۔یہ کہ وہ انگریزی فوج تھی یا امریکن فوج یا کوئی اور فوج تھی۔اسکا مجھے اس وقت کوئی خیال نہیں آیا۔بہر حال وہاں جو فوج تھی اسکو جرمنوں سے دبنا پڑا۔اور اس مقام کو چھوڑ کر وہ پیچھے ہٹ گئی۔جب وہ فوج پیچھے ہٹی تو جرمن اس عمارت میں داخل ہو گئے۔جس میں میں تھا۔تب میں خواب میں کہتا ہوں۔دشمن کی جگہ پر رہنا درست نہیں۔اور یہ مناسب نہیں کہ اب اس جگہ ٹھہرا جائے۔یہاں سے ہمیں بھاگ چلنا چاہیے۔اس وقت میں رؤیا میں صرف یہی نہیں۔کہ تیزی سے چلتا ہوں بلکہ دوڑتا ہوں۔میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں اور وہ بھی میرے ساتھ ہی دوڑتے ہیں۔اور جب میں نے دوڑنا شروع کیا تو رؤیا میں مجھے یوں معلوم ہوا جیسے میں انسانی مقدرت سے زیادہ تیزی کیساتھ دوڑ رہا ہوں۔اور کوئی ایسی زبردست طاقت مجھے تیزی سے لے جا رہی ہے کہ میلوں میل ایک آن میں طے کرتا جا رہا ہوں۔اس وقت میرے ساتھیوں کو بھی دوڑنے کی ایسی ہی طاقت دی گئی مگر پھر بھی وہ مجھ سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔اور میرے پیچھے ہی جرمن فوج کے سپاہی میری گرفتاری کیلئے دوڑتے آ رہے ہیں مگر شائد ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ مجھے رؤیا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سپاہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر میں چلتا چلا جاتا ہوں۔اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ زمین میرے پاؤں کے نیچے سمٹتی چلی جا رہی ہے یہانتک کہ میں ایک ایسے علاقہ میں پہنچا جو دامن کوہ کہلانے کا مستحق ہے۔ہاں جس وقت جرمن فوج نے حملہ کیا ہے۔رؤیا میں مجھے یاد آتا ہے کہ کسی سابق نبی کی کوئی پیشگوئی ہے یا خود میری کوئی پیشگوئی ہے اس میں اس واقعہ کی خبر پہلے سے دی گئی تھی اور تمام نقشہ بھی بتایا گیا تھا کہ جب وہ موعود اس مقام سے دوڑے گا تو اس اس طرح دوڑے گا۔ اور پھر فلاں جگہ جائیگا۔چنانچہ رؤیا میں جہاں میں پہنچا ہوں وہ مقام اس پہلی پیشگوئی کے عین مطابق ہے۔اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ پیشگوئی میں اس امر کا بھی ذکر ہے کہ ایک خاص رستہ ہے جسے میں اختیار کرونگا۔اور اس راستہ کے اختیار کرنے کی وجہ سے دنیا میں بہت اہم تغیرات ہونگے۔اور دشمن مجھے گرفتار کرنے میں ناکام رہے گا۔چنانچہ جب میں یہ خیال

کرتا ہوں تو اس مقام پر مجھے کئی ایک پک ڈنڈیاں نظر آتی ہیں جن میں سے کوئی کسی طرف جاتی ہے اور کوئی کسی طرف۔ میں ان پک ڈنڈیوں کے بالمقابل دوڑتا چلا گیا ہوں تا معلوم کروں۔ کہ پیشگوئی کے مطابق مجھے کس راستہ پر جانا چاہیے۔ اور میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مجھے تو یہ معلوم نہیں کہ میں نے کس راستہ سے جانا ہے۔ اور میرا کس راستہ سے جانا خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ ایسا نہ ہو میں غلطی سے کوئی ایسا راستہ اختیار کرلوں۔ جس کا پیشگوئی میں ذکر نہیں۔ اس وقت میں اس سڑک کی طرف جا رہا ہوں جو سب کے آخر میں بائیں طرف ہے۔ اس وقت میں دیکھتا ہوں۔ کہ مجھ سے کچھ فاصلہ پر میرا ایک اور ساتھی ہے اور مجھے آواز دیکر کہتا ہے کہ اس سڑک پر نہیں۔ دوسری سڑک پر جائیں۔ اور میں اسکے کہنے پر اس سڑک کی طرف جو بہت دور ہٹ کر ہے واپس لوٹتا ہوں۔ وہ جس سڑک کی طرف مجھے آوازیں دے رہا ہے۔ انتہائی دائیں طرف ہے۔ اور جس سڑک کو میں نے اختیار کیا تھا وہ انتہائی بائیں طرف تھی۔ پس چونکہ میں انتہائی بائیں طرف تھا اور جس طرف وہ مجھے بلا رہا تھا۔ وہ انتہائی دائیں طرف تھی۔ اسلئے میں لوٹ کر اس سڑک کی طرف چلا۔ مگر جس وقت میں پیچھے کی طرف واپس ہٹا۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی زبردست طاقت کے قبضہ میں ہوں۔ اور اس زبردست طاقت نے مجھے پکڑ کر درمیان میں سے گزرنے والی ایک پک ڈنڈی پر چلا دیا۔ میرا ساتھی مجھے آوازیں دیتا چلا جاتا ہے کہ اس طرف نہیں، اس طرف۔ مگر میں اپنے آپکو بالکل بے بس پاتا ہوں۔ اور درمیانی پک ڈنڈی پر بھاگتا چلا جاتا ہوں۔ جب میں تھوڑی دور چلا تو مجھے وہ نشانات نظر آنے لگے۔ جو پیشگوئی میں بیان کئے گئے تھے۔ اور میں کہتا ہوں۔ میں اسی راستہ پر آ گیا جو خدا تعالیٰ نے پیشگوئی میں بیان فرمایا تھا۔ اس وقت رؤیا میں میں اسکی کچھ توجیہہ بھی کرتا ہوں کہ میں درمیانی پک ڈنڈی پر جو چلا ہوں تو اسکا کیا مطلب ہے۔ چنانچہ جس وقت میری آنکھ کھلی معاً مجھے خیال آیا کہ دایاں اور بایاں راستہ جو رؤیا میں دکھایا گیا ہے۔ اس میں بائیں رستہ سے مراد خالص دنیوی کوششیں اور تدبیریں ہیں اور دائیں رستہ سے مراد خالص دینی طریق دعا اور عبادتیں وغیرہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ ہماری جماعت کی ترقی درمیانی راستے پر چلنے سے ہوگی۔ یعنی کچھ تدبیریں اور کوششیں ہونگی اور کچھ دعائیں اور تقدیریں ہونگی۔ اور پھر یہ بھی میرے ذہن میں آیا کہ دیکھو قرآن شریف نے امت محمدیہ کو امۃً وسطاً قرار دیا ہے۔ اس وسطی راستہ پر چلنے کے یہی معنے ہیں کہ یہ امت اسلام کا کامل نمونہ ہوگی۔ اور چھوٹی پک ڈنڈی کی یہ تعبیر ہے کہ درمیانی راستہ گو درست راستہ ہے مگر اس میں مشکلات بھی ہوتی ہیں۔

غرض میں اس راستہ پر چلنا شروع ہوا۔ اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ دشمن بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ اتنی دور کہ نہ اس کے قدموں کی آہٹ سنائی دیتی ہے اور نہ اسکے آنیکا کوئی امکان پایا جاتا ہے۔ مگر ساتھ ہی میرے ساتھیوں کے پیروں کی آہٹیں بھی کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اور وہ بھی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ مگر میں دوڑتا چلا جاتا ہوں۔ اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی چلی جارہی ہے۔ اس وقت میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کے متعلق جو پیشگوئی تھی۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ اس رستہ کے بعد پانی آئیگا اور اس پانی کو عبور کرنا بہت مشکل ہوگا۔ اس وقت میں رستے پر چلتا تو چلا جاتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی کہتا ہوں۔ وہ پانی کہاں ہے؟ جب میں نے کہا وہ پانی کہاں ہے تو یکدم میں نے دیکھا کہ میں ایک بہت بڑی جھیل کے کنارے پر کھڑا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس جھیل کے پار ہو جانا پیشگوئی کے مطابق ضروری ہے۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ جھیل پر کچھ چیزیں تیر رہی ہیں۔ وہ ایسی لمبی ہیں جیسے سانپ ہوتے ہیں اور ایسی باریک اور ہلکی چیزوں سے بنی ہوئی ہیں جیسے بیئے وغیرہ کے گھونسلے نہایت باریک تنکوں کے ہوتے ہیں۔ وہ اوپر سے گول ہیں جیسے اژدھا کی پیٹھ ہوتی ہے اور رنگ ایسا ہے جیسے بیئے کے گھونسلے سے سفیدی، زردی اور خاکی رنگ ملا ہوا۔ وہ پانی پر تیر رہی ہیں۔ اور انکے اوپر کچھ لوگ سوار ہیں جو انکو چلا رہے ہیں۔ خواب میں میں سمجھتا ہوں۔ یہ بت پرست قوم ہے اور یہ چیزیں جن پر یہ لوگ سوار ہیں، انکے بت ہیں اور یہ سال میں ایک دفعہ اپنے بتوں کو نہلاتے ہیں اور اب بھی یہ لوگ اپنے بتوں کو نہلانے کی غرض سے مقررہ گھاٹ کی طرف لے جارہے ہیں۔ جب مجھے اور کوئی چیز پار لے جانے کیلئے نظر نہ آئی تو میں نے زور سے چھلانگ لگائی اور ایک بت پر سوار ہو گیا۔ تب میں نے سنا کہ بتوں کے پجاری زور زور سے مشرکانہ عقائد کا اظہار منتروں اور گیتوں کے ذریعہ سے کرنے لگے۔ اس پر میں نے دل میں کہا کہ اس وقت خاموش رہنا غیرت کے خلاف ہے اور بڑے زور زور سے میں نے توحید کی دعوت ان لوگوں کو دینی شروع کی اور شرک کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ تقریر کرتے ہوئے مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری زبان اردو نہیں بلکہ عربی ہے۔ چنانچہ میں عربی میں بول رہا ہوں۔ اور بڑے زور سے تقریر کر رہا ہوں۔ رؤیا میں ہی مجھے خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کی زبان تو عربی نہیں۔ یہ میری باتیں کس طرح سمجھیں گے۔ مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ گو انکی زبان کوئی اور ہے مگر یہ میری باتیں خوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں اسی طرح انکے سامنے عربی میں تقریر کر رہا ہوں۔ اور تقریر کرتے کرتے بڑے زور سے انکو کہتا ہوں کہ تمہارے یہ بت اس پانی میں غرق کیے جائیں گے۔ اور خدائے واحد کی حکومت دنیا میں قائم کی جائے گی۔ ابھی میں یہ تقریر کر ہی رہا تھا کہ مجھے معلوم ہوا کہ اسی کشتی نما بت والا جس پر میں سوار ہوں یا اسکے ساتھ کے بت والا بت پرستی کو چھوڑ کر میری باتوں پر ایمان لے آیا ہے۔ اور موحد ہو گیا ہے۔ اسکے بعد اثر بڑھنا شروع ہوا اور ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ اور تیسرے کے بعد چوتھا اور چوتھے کے بعد پانچواں شخص میری باتوں پر ایمان لاتا مشرکانہ باتوں کو ترک کرتا اور مسلمان ہوتا چلا جاتا ہے۔ اتنے میں ہم جھیل پار کر کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ جب ہم جھیل کے دوسری طرف پہنچ گئے۔ تو میں انکو حکم دیتا ہوں کہ ان بتوں کو جیسا کہ پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا۔ پانی میں غرق کر دیا جائے۔ اس پر جو لوگ موحد ہو چکے ہیں وہ بھی اور جو ابھی موحد تو نہیں ہوئے مگر ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ میرے سامنے جاتے ہیں اور میرے حکم کی

تعمیل میں اپنے بتوں کوجھیل میں غرق کر دیتے ہیں۔اور میں خواب میں حیران ہوں کہ یہ تو کسی تیرنے والے مادے کے بنے ہوئے تھے۔یہ اس آسانی سے جھیل کی تہہ میں کس طرح چلے گئے۔صرف پجاری پکڑ کرانکو پانی میں غوطہ دیتے ہیں اوروہ پانی کی گہرائی میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔اسکے بعد میں کھڑا ہو گیا اور پھرانہیں تبلیغ کرنے لگ گیا۔کچھ لوگ تو ایمان لا چکے تھے۔

مگر باقی قوم جوساحل پرتھی۔ابھی ایمان نہیں لائی تھی۔اسلئے میں نے انکو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔یہ تبلیغ میں انکو عربی زبان میں ہی کرتا ہوں۔جب میں انہیں تبلیغ کرر ہا ہوں تا کہ وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں تو یک دم میری حالت میں تغیر پیدا ہوتا ہے اور مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب میں نہیں بول رہا بلکہ خدا تعالی کی طرف سے الہامی طور پر میری زبان پر باتیں جاری کی جارہی ہیں جیسے خطبہ الہامیہ تھا۔جو حضرت مسیح موعودؑ کی زبان پر اللہ تعالی کی طرف سے جاری ہوا۔غرض میرا کلام اس وقت بند ہو جاتا ہے اور خدا تعالی میری زبان سے بولنا شروع ہو جاتا ہے۔بولتے بولتے میں بڑے زور سے ایک شخص کو جو غالباً سب سے پہلے ایمان لایا تھا۔غالبًا کا لفظ میں نے اسلئے کہا کہ مجھے یقین نہیں کہ وہی شخص پہلے ایمان لایا ہو۔ہاں غالب گمان یہی ہے کہ وہی شخص پہلا ایمان لانے والا یا پہلے ایمان لانے والوں میں سے بااثر اور مفید وجود تھا۔بہر حال میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہے اور میں نے اس کا اسلامی نام عبدالشکور رکھا ہے۔میں اسکو مخاطب کرتے ہوئے بڑے زور سے کہتا ہوں کہ جیسا کہ پیشگوئیوں میں بیان کیا گیا ہے۔میں اب آگے جاؤں گا۔اسلئے اے عبدالشکور تجھ کو میں اس قوم میں اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔تیرا فرض ہوگا کہ میری واپسی تک اپنی قوم میں توحید کو قائم کرے اور شرک کو مٹا دے اور تیرا فرض ہوگا کہ اپنی قوم کو اسلام کی تعلیم پر عامل بنائے۔میں واپس آ کر تجھ سے حساب لوں گا۔اور دیکھوں گا کہ تجھے میں نے جن فرائض کی سرانجام دہی کیلئے مقرر کیا ہے۔ ان کو تو نے کہاں تک ادا کیا ہے۔اسکے بعد وہی الہامی حالت جاری رہتی ہے اور میں اسلام کی تعلیم کے اہم امور کی طرف اسے توجہ دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تیرا فرض ہوگا کہ ان لوگوں کو سکھائے کہ اللہ ایک ہے اور محمدﷺ اسکے بندہ اور رسول ہیں۔اور کلمہ پڑھتا ہوں۔اور اسکے سکھانے کا اسے حکم دیتا ہوں۔پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لانے کی اور آپکی تعلیم پر عمل کرنے کی اور سب لوگوں کو اس ایمان کی طرف بلانے کی تلقین کرتا ہوں۔جس وقت میں یہ تقریر کرر ہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں۔ انا محمد عبده و رسوله اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذکر پر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔اور آپؑ فرماتے ہیں۔ انا ا لمسیح الموعود اسکے بعد میں انکو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا۔ وہ یہ ہے۔ و انا المسیح الموعود مثیله و خلیفته اور میں بھی مسیح موعود ہوں۔یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔

تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اسکے آگے جو الفاظ ہیں کہ مثیله میں اس کا نظیر ہوں۔و خلیفته اور اس کا خلیفہ ہوں۔یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کہ وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کیلئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے اور اس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعودؑ ہی ہوں۔کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اسکے اخلاق کو اپنے اندر لے لیگا۔وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق بھی ہوگا۔پھر میں تقریر کرتے ہوئے کہتا ہوں میں وہ ہوں جسکے ظہور کیلئے انیس سوسال سے کنوار یاں منتظر بیٹھی تھیں۔اور جب میں کہتا ہوں ''میں وہ ہوں جس کیلئے انیس سوسال سے کنوار یاں اس سمندر کے کنارے پر انتظار کر رہی تھیں'' تو میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوان عورتیں اور جو سات یا نو ہیں۔جنکے لباس صاف ستھرے ہیں دوڑتی ہوئی میری طرف آتی ہیں۔مجھے السلام علیکم کہتی ہیں اور ان میں سے بعض برکت حاصل کرنے کیلئے میرے کپڑوں پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور کہتی ہیں ''ہاں ہاں ہم تصدیق کرتی ہیں کہ ہم انیس سوسال سے آپکا انتظار کر رہی تھیں'' اسکے بعد میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ میں وہ ہوں جسے علوم اسلام اور علوم عربی اور اس زبان کا فلسفہ ماں کی گود میں اسکی دونوں چھاتیوں سے دودھ کیساتھ پلائے گئے تھے۔رؤیا میں جو ایک سابق پیشگوئی کی طرف مجھے توجہ دلائی گئی تھی۔اس میں یہ بھی خبر تھی کہ جب وہ موعود بھاگے گا۔تو ایک ایسے علاقہ میں پہنچے گا جہاں ایک جھیل ہو گی اور جب وہ اس جھیل کو پار کر کے دوسری طرف جائے گا تو وہاں ایک قوم ہوگی جسکو وہ تبلیغ کریگا اور وہ اسکی تبلیغ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائیگی۔تب وہ دشمن جس سے وہ موعود بھاگے گا۔اس قوم سے مطالبہ کریگی کہ اس شخص کو ہمارے حوالے کیا جائے مگر وہ قوم انکار کر دیگی اور کہے گی ہم لڑ کر مر جائیں گے مگر اسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔چنانچہ خواب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔جرمن قوم کی طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ تم انکو ہمارے حوالے کر دو۔اس وقت میں خواب میں کہتا ہوں یہ تو بہت تھوڑے ہیں اور دشمن بہت زیادہ ہے مگر وہ قوم باوجود اسکے کہ ابھی ایک حصہ اس کا ایمان نہیں لایا۔بڑے زور سے اعلان کرتی ہے کہ ہم ہرگز انکو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ہم لڑ کر فنا ہو جائیں گے مگر تمہارے اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کریں گے تب میں کہتا ہوں۔دیکھو وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔اسکے بعد میں پھرانکو ہدایتیں دیکر اور بار بار توحید قبول کرنے پر زور دیکر اور اسلامی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کر کے آگے کسی اور مقام کی طرف روانہ ہو گیا ہوں۔اس وقت میں سمجھتا ہوں۔کہ اس قوم میں سے اور لوگ بھی جلدی جلدی ایمان لانے

والے ہیں۔ چنانچہ اسی لئے میں اس شخص سے جسے میں نے اس قوم میں اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ کہتا ہوں جب میں واپس آؤں گا تو اے عبدالشکور میں دیکھوں گا۔ کہ تیری قوم شرک کو چھوڑ چکی ہے۔ موحد ہو چکی ہے۔ اور اسلام کے تمام احکام پر کار بند ہو چکی ہے۔'' (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

خوابوں کے متعلق تو میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ حضورؑ کے فرمان کے مطابق خواب کی تین اقسام ہیں یعنی نفسانی، شیطانی اور رحمانی۔ مزید عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالی نے سورۃ الحج کی آیات نمبر ۵۳ اور ۵۴ میں ارشاد فرمایا ہے۔ و ما ارسلنا من قبلک من رسولٍ و لا نبیٍ الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطن ثم یحکم الله ایته والله علیم حکیم ہ لیجعل ما یلقی الشیطن فتنۃً للذین فی قلوبھم مرض و القاسیة قلوبھم و ان الظلمین لفی شقاقٍ بعیدٍ ہ۔ ترجمہ۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی مگر جب بھی اس نے کوئی خواہش کی، شیطان نے اسکی خواہش کے رستہ میں مشکلات ڈال دیں۔ پھر اللہ اسکو جو شیطان ڈالتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو اسکے اپنے نشان ہوتے ہیں انکو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ بہت جاننے والا، حکمت والا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شیطان ڈالتا ہے وہ ان لوگوں کیلئے ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہیں جنکے دلوں میں بیماری ہوتی ہے اور جنکے دل سخت ہوتے ہیں اور ظالم لوگ شدید مخالفت کرنے پر تلے رہتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالی نے آنحضرتﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے محمدﷺ تیرے سے پہلے میں نے کوئی ایسا رسول یا نبی نہیں بھیجا کہ اسکی یہ حالت نہ ہو کہ جب وہ کوئی تمنا یا خواہش کرے یعنی اپنے نفس سے کوئی بات چاہیے تو شیطان اسکی خواہش میں کچھ ملا نہ دے۔ پھر بعد میں اللہ تعالی وحی متلو جو شوکت اور ہیبت اور روشنی تام رکھتی ہے کے ذریعے اس شیطانی یا نفسانی دخل کو اٹھا کر ارادہ الہی کو مصفا کر کے دکھلا دیتا ہے۔ میں یہاں مثال کے طور پر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی پیش کرتا ہوں۔ یہ الہامی پیشگوئی اللہ تعالی کے برگزیدہ رسول اور نبی پر نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالی نے اپنے نبی کو دو نشان عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ یعنی ایک ''وجیہہ اور پاک لڑکا'' اور دوسرا ''زکی غلام''۔ اب اس الہامی پیشگوئی میں اللہ تعالی نے ''لڑکے'' کی تو وضاحت فرما دی کہ وہ آپکے تخم اور آپکی ذریت و نسل سے ہوگا لیکن ''زکی غلام'' کی اللہ تعالی نے کوئی وضاحت نہیں فرمائی کہ وہ کون ہوگا؟ آپکا جسمانی بیٹا ہوگا یا کوئی روحانی بیٹا ہوگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضورؑ نے زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں لفظ (لڑکا) لکھ دیا۔ اب یہ آپکی تمنا یا خواہش تھی کہ وہ زکی غلام میرا جسمانی بیٹا ہی ہوگا۔ لیکن ارادہ الہی میں زکی غلام سے مراد آپؑ کا کوئی روحانی فرزند تھا جیسے آپؑ خود آنحضورﷺ کے روحانی فرزند تھے۔ بعد ازاں اللہ تعالی نے زکی غلام سے متعلق اپنے مرسل کی اس اجتہادی غلطی کو آپؑ پر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں مبشر الہامات آپکی وفات تک نازل فرما کر درمیان سے اٹھا دیا۔ لیکن آپکی یہ اجتہادی غلطی آپکے بعد بعض نفسانی لوگوں کیلئے ایک ابتلا بن گئی۔ میں یہاں پر یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ کسی نبی یا رسول کا کسی معاملہ میں کوئی تمنا یا خواہش کرنا گناہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک بشری کمزوری ہے جس سے کوئی نبی بھی مبرا نہیں۔ مثلاً ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ جب اپنی بعض آزمائشوں میں پورا اترتے ہیں تو اللہ تعالی سورہ البقرہ آیت ۱۲۵ میں فرماتے ہیں۔

و اذ ابتلے ابرھم ربه بکلماتٍ فاتمھنط قال انی جاعلک للناس اماماًط قال و من ذریتیط قال لاینال عھدی الظلمین۔ ترجمہ اور جب ابراہیم کو اسکے رب نے بعض باتوں کے ذریعہ سے آزمایا اور اس نے انکو کر دکھایا فرمایا کہ میں تجھے یقیناً لوگوں کا امام مقرر کرنیوالا ہوں (ابراہیم نے) کہا اور میری اولاد میں سے بھی۔ (اللہ نے) فرمایا (ہاں مگر) میرا وعدہ ظالموں تک نہیں پہنچے گا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں اللہ تعالی نے انبیا کی لائن لگا دی۔ لیکن بعض آپکی نسل میں سے ظالم بھی بنے۔ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں پھینکنے والے آپکی نسل میں سے ہی تھے۔ اس طرح مکہ میں آپؑ نے جو اللہ تعالی کا گھر خالص اسکی توحید کے واسطے بنایا تھا، اس میں ۳۶۰ بت رکھ کر اسے بتخانہ میں بدلنے والے بھی آپؑ کی نسل میں سے ہی تھے۔ بہر حال کسی نبی کا کوئی تمنا یا خواہش کرنا گناہ نہیں۔ ہاں البتہ اپنے نبی کی خواہش کو پورا کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالی کا کام ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کچھ مصالح اور مخفی اغراض کی خاطر اپنے انبیا کے فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور اس طرح کوئی قول یا فعل سہو یا اجتہادی غلطی کی شکل پر ان سے صادر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ حکمت جس کا اللہ تعالی نے ارادہ ظاہر فرمایا ہے ظاہر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالی وحی متلو کے ذریعہ اپنے انبیا کی ایسی اجتہادی غلطی کو دور فرما دیتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے سلسلہ میں بھی ہوا۔ بہر حال یہ تو ضمنی باتیں تھیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ میری اصل غرض لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ انبیا یا رسل بھی جب کوئی تمنا یا خواہش کرتے ہیں تو ان کا نفس بعض اوقات درمیان میں دخل دے دیتا ہے۔ جب کلام الہی کے مطابق انبیا کی یہ حالت ہے تو پھر کسی خواب کے سلسلہ میں کسی انتخابی خلیفہ کی کیا حیثیت ہے کہ اسکی خواب میں اس کا نفس دخل نہ دے؟ اور پھر خلیفہ بھی ایسا ہو کہ ایک الہامی پیشگوئی نے بچپن سے ہی اسے اپنی طرف کھینچ رکھا ہو۔ اور وہ اپنی اس خواہش کا بار بار اظہار بھی کر چکا ہو کہ اس پیشگوئی کا مصداق یا تو میں ہوں یا پھر میرے بھائیوں میں سے کوئی ہوگا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ خود خلیفہ بھی ہوا اور لاکھوں لوگ آپکے ہاتھ پر بیعت بھی کر چکے ہوں اور کوئی بھی احمدی آپکے آگے چوں بھی نہ کر سکتا ہو۔ ان حالات میں تو نفس کو کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور وہ دھکے سے حملہ آور ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر یہ رحمانی خواب بھی تھی

تو اس کا مطلب صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ’’وجیہہ اور پاک لڑکا‘‘ کی پیشگوئی کے مطابق آپکو مثیل بشیر احمد اول بنایا تھا و بس۔ اس خواب سے آپ مصلح موعود کیسے بن سکتے ہیں کیونکہ ’’زکی غلام‘‘ سے متعلق جو کلام الٰہی حضورؑ پر نومبر ۱۹۰۷ء تک نازل ہوتا رہا، وہ آپکو اور آپکے دوسرے زندہ بھائیوں کو پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ سے ہی باہر نکال دیتا ہے؟ امر واقع یہ ہے کہ چونکہ آپ خلیفہ ہوتے ہی سیاہ و سفید کے مالک بن گئے تھے اور آپکے آگے کوئی روکاوٹ نہیں تھی لہذا اس طویل خواب کو آپ نے پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ بنایا۔

خاکسار کا خواب۔

آگے بڑھنے سے پہلے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ چونکہ میرے دعوی مصلح موعود کی بنیاد بھی ایک خواب ہی بنی ہے لہذا میں مختصراً اپنی خواب بمعہ سیاق وسباق درج کرتا ہوں تا کہ قارئین دو مدعیان مصلح موعود کی خوابوں اور انکے حالات کے تقابلی جائزہ سے سچائی تک پہنچ سکیں۔ خلیفہ ثانی کے بالمقابل خاکسار کی یہ حالت ہے کہ ماہ مارچ ۱۹۵۴ء میں کسی نامعلوم تاریخ کو میری پیدائش ہوئی۔ پیدائش کے چھ ماہ بعد جب میرے والد صاحب کی اجل کا وقت آیا تو وفات سے قبل انہوں نے اپنی بہنوں کے پوچھنے پر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے شیر خوار بچے کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا اور اس طرح شیر خوارگی سے لیکر آج تک میری زندگی کا یہ سفر اللہ تعالیٰ کے زیر سایہ ہی طے ہو رہا ہے۔ یقیناً بچپن سے اللہ تعالیٰ کے اس مخفی ہاتھ کو میں اپنے سر پر دیکھ رہا ہوں۔ لیکن دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ایک مبارک سجدہ سے اٹھنے کے بعد میں نے اس مخفی ہاتھ کے جلوے بہت کھلے کھلے دیکھے ہیں۔ میرے والد صاحب ایک معزز صاحب جائداد زمیندار تھے۔ ہمارا تعلق جاٹوں کی ایک شاخ جنبہ سے ہے۔ ایک متوسط اور دیانتدار زمیندار کی زندگی ہمیشہ غربت میں گزرتی ہے۔ یہی حال ہمارا تھا۔ والد صاحب کی ناگہانی موت کے ساتھ ہی ہم پر اقتصادی اور سماجی دکھوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ہماری برادری نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا۔ ہمارے منہ کا آخری لقمہ تک چھیننے کی کوشش کی گئی۔ ہم پر جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور ہمیں ڈرایا اور دھمکایا جاتا تھا۔ لیکن ہماری ماں اپنے یتیم اور بظاہر بے سہارا بچوں کو اپنے بازوؤں میں لیکر بیٹھ گئی اور برادری کے ہر دکھ اور ہر اذیت کا مقابلہ کرتی رہی۔ میری ماں مرحومہ (اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں اس پر نازل فرمائے) ان پڑھ تھی اور تھوڑا بہت قرآن مجید ناظرہ جانتی تھی۔ ان تکلیف دہ اور مشکل حالات میں خاکسار قرآن مجید ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا اور نہ میری کوئی دینی تعلیم و تربیت ہو سکی۔ اسکی دو وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ یہ کہ اس ویران ماحول میں مجھے پڑھانے والا کوئی نہیں تھا اور دوسری یہ کہ میری ماں اور میرے بھائیوں کو مجھے پڑھانے کا ہوش نہ تھا۔ وہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے۔

میرا اس ان پڑھ ماحول میں پیدا ہو کر اعلیٰ نمبروں میں ایم اے کر لینا کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص منشاء کے تحت ہوا۔ میرے خاندان میں نہ مجھ سے پہلے اور نہ بعد میں آج تک کوئی بھی اعلیٰ تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ خاکسار بلاشبہ اپنی کلاس کا ذہین اور خاموش ترین طالب علم تھا۔ دنیاوی علوم میں کافی اچھا تھا لیکن دینیات میں صفر تھا۔ میں دینی علم میں اپنی قابلیت کا ایک واقعہ لکھتا ہوں جو اب تک مجھے یاد ہے۔ خاکسار ۱۹۷۰ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول میں دہم ڈی کا طالب علم تھا۔ ہمارے دینیات کے استاد تھے محترم محمد اسماعیل صاحب۔ میرے استاد صاحب بھی اور میں بھی جانتا تھا کہ مجھے دینیات نہیں آتی۔ لیکن چونکہ میں باقی مضامین میں کافی ہوشیار تھا اور ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ اس لیے ماسٹر محمد اسماعیل صاحب مجھ سے کچھ نہیں پوچھتے تھے۔ ایک دن میں لاپرواہی میں کسی دوسرے ہم جماعت سے بات کر رہا تھا کہ اوپر سے اچانک مولوی محمد اسماعیل صاحب آ گئے۔ انہوں نے مجھے کھڑا کر دیا اور مجھ سے پوچھا کہ توحید کسے کہتے ہیں؟ مجھے علم نہیں تھا اور میں خاموش کھڑا رہا۔ آخر ماسٹر صاحب نے مجھے شرمندہ کر کے بٹھا دیا۔ میں یہ واقعہ اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ لوگ میرے دینی علم کا اندازہ کر لیں کہ میں کیا تھا؟ ساری زندگی رٹ رٹا کر قرآن مجید پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔

بالآخر وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعہ ’’رحمت حق بہانہ می جوید‘‘ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میرے لئے وہ موقعہ پیدا کر دیا کہ میں اسکے حضور سجدہ ریز ہو کر علم کی اور زندگی کی بھیک مانگوں۔ اس سجدہ کی حالت میں میرے رب نے علم سے متعلق وہ تمام الہامی دعائیں سن لیں جو میں نے اسکے حضور کی تھیں۔ ہوا اسطرح کہ شروع دسمبر ۱۹۸۳ء میں، میں جماعت احمدیہ لاہور کے ہوسٹل ’’دارالحمد‘‘ میں رہائش پذیر تھا۔ ان دنوں اگرچہ میں یونیورسٹی سے فارغ ہو چکا تھا لیکن ایک Research paper لکھنے کی خاطر میں نے سقراط کے مشہور قول ’’نیکی علم ہے‘‘ پر غور و فکر شروع کر رکھا تھا۔ سقراط کے اس قول کی جو تشریح مختلف کتابوں میں کی گئی تھی میرا دل اس سے مطمئن نہیں تھا۔ اس قول کو دیکھنے سے یہ تو پتہ چلتا تھا کہ سقراط کی نظر میں جو نیکی ہے وہی علم ہے اور اس طرح علم کے جاننے کے لیے نیکی کا جاننا ضروری ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ نیکی کیا ہے؟ اس سوال پر قریباً دو ہفتے غور و فکر کیا لیکن نتیجہ صفر تھا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء کوئی مبارک جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ پڑھنے کے بعد میں اپنے کمرہ میں گیا اور پھر اسی سوال پر غور و فکر شروع کر دیا۔ لیکن اب میرا ذہن بالکل تھک چکا تھا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ اس سوال کو جاننا میرے بس کی بات نہیں۔ میرے دل میں خیال آیا یا مجھے القا ہوا کہ کیوں نہ دعا کروں اور علیم و خبیر ہستی سے اس سوال کا جواب پوچھوں۔ میرے دل میں دعا کے لیے بہت جوش اور تڑپ پیدا ہوئی اور میں چارپائی پر ہی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ حصول علم کے لیے آنحضور ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

جودعائیں الہاماً سکھائی گئیں تھیں مجھے ازبر تھیں۔اس وقت میں نے سجدہ میں ان دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا۔یہ دعائیں درج ذیل تھیں۔

(۱) رب زدنی علمًا۔(القرآن ۲۰=۱۱۵ و تذکرہ صفحہ ۳۱۰)۔ اے میرے رب! مجھے میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

(۲) رب علمنی ما هو خير عندك۔(تذکرہ صفحہ ۵۵۸) اے میرے رب! مجھے وہ کچھ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے۔

(۳) رب ارنی انوارك الكلية۔(تذکرہ صفحہ ۵۳۴) اے میرے رب! مجھے اپنے وہ تمام انوار دکھلا جو محیط کل ہیں۔

(۴) رب ارنی حقائق الاشياء۔(تذکرہ صفحہ ۶۱۳) اے میرے رب! مجھے اشیاء کے حقائق دکھلا۔

(۵) اے ازلی ابدی خدا! مجھے زندگی کا شربت پلا۔(تذکرہ صفحہ ۶۰۰)

سجدہ میں کافی دیر ان دعاؤں کو پڑھتا رہا۔اسی حالت میں مجھے نہ صرف محسوس ہوا بلکہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری فریاد سن لی ہے اور اس طرح نیکی اور علم کے متعلق بہت ساری باتیں میرے دل و دماغ میں داخل ہو گئیں۔سجدہ سے اٹھنے کے بعد میری خوشی کی انتہا نہ تھی اور میری ہر قسم کی تھکاوٹ دور ہو چکی تھی۔بعد میں پھر کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ اچانک غیب سے بعض باتیں میرے دل و دماغ میں آ جاتی تھیں۔اور میں نے محسوس کیا کہ غائب سے کوئی مجھے پڑھا رہا ہے اور علم اور مذہب کے متعلق بعض گہرے اسرار مجھے بتائے جا رہے ہیں۔اور اس طرح مجھ امی انسان پر جو کسی وقت توحید کا مطلب نہیں جانتا تھا علم و عرفان کے دروازے کھل گئے۔میں لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ میرے جیسا دینی اور علمی پس منظر رکھنے والا کوئی شخص کیا یہ سوچ سکتا ہے کہ میں جھوٹا دعوی مصلح موعود کر کے لوگوں کو لاجواب کر دونگا؟ ایسا ممکن نہیں اور اگر ممکن ہے تو کوئی ایسا کر کے دکھائے۔کیا میرے اور خلیفہ ثانی کے حالات میں کوئی بھی مماثلت ہے؟ یقیناً میرے رب نے مجھے اپنی رحمت کا نشان بنایا ہے اور اپنے نامعلوم مقاصد کی تکمیل کیلئے مجھے چن لیا ہے الحمد للہ۔امر واقع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دسمبر ۱۹۸۳ء میں میرے سجدہ ریز ہونے سے پہلے ہی خاکسار کو اپنی رحمت کا نشان بنا چکا تھا اور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے بیج میری زندگی میں میری پیدائش کے ساتھ ہی بو دیئے گئے تھے اور یہ بیج الہامی پانی کیساتھ ساتھ بحکم الٰہی اپنے وقت پر پھلتے پھولتے گئے۔اور بخدا مجھے کچھ علم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا کوئی وعدہ میرے وجود میں پورا کرنے والا ہے۔من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال۔جب میری عمر ۲۳ یا ۲۴ سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے درج ذیل منظوم دعا سکھائی۔

اے میرے اللہ اب تو میری پکار سن لے
بخشش کا میں ہوں طالب، میرے غفار سن لے

میں گنہ گار بندہ در پہ ہوں تیرے آیا
شرمندگی کے آنسو اپنے ہوں ساتھ لایا

گلیوں میں رو رہا ہوں، آنسو بہا رہا ہوں
دردر کی ٹھوکریں، اے مالک میں کھا رہا ہوں

تو پاک مجھ کو کر دے اور نیک بھی بنا دے
اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھا دے

ہر آن رکھوں دیں کو، دنیا پہ میں مقدم
اسلام کی فتح کا، ہو فکر مجھ کو ہر دم

اسلام کی صداقت دنیا میں، میں پھیلاؤں
شمع ہدایت، ہر گھر میں، میں جلاؤں

اسلام پر جیوں میں، اسلام پر، مروں میں
ہر قطرہ اپنے خوں کا، اس کی نظر کروں میں

برائی سے بچوں، اور زباں پہ ہو صداقت
تیرے چمن کا گل ہوں گل کی تو کر حفاظت

دعا سکھانے کے چند ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے مجھے دو خواب دکھائے۔ان میں سے پہلا خواب اس طرح تھا۔ربوہ اور لالیاں کے درمیان ایک ندی تھی جو اب خشک ہو

چکی ہے۔ میں اپنی والدہ کیساتھ بچپن میں اس ندی کو عبور کر کے لالیاں جایا کرتا تھا۔ خواب میں اس ندی کے دونوں کناروں پر تھوڑا تھوڑا سبزہ تھا۔ ندی کے شمال مغربی کنارے پر میں اچانک اپنے آپکو حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کھڑا پاتا ہوں۔ حضورؑ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''غفار نماز پڑھا کرو اور میرے ساتھ دعا کرو'' میں نے بغرض دعا اپنے ہاتھ حضورؑ کیساتھ اور آپکی اقتدا میں آسمان کی طرف اٹھالیے۔ اور اس وقت میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہی منظوم دعا مانگ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس منظوم دعا میں اپنی بخشش اور ناداری کے علاوہ پاک اور نیک بننے اور اسلام کی فتح اور غلبہ کی دعا مانگی گئی ہے۔ آخری شعر میں اپنی صداقت اور اپنی حفاظت کی دعا کی گئی ہے۔ اگر کوئی دعا اللہ تعالیٰ سکھلائے اور پھر وہ دعا خواب کی حالت میں اپنے کسی برگزیدہ نبی کی اقتدا میں منگوائے۔ تو پھر ایسی دعا کی قبولیت میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

جب میں نے یہ خواب دیکھی تھی تو اس وقت صرف یہی جانتا تھا کہ یہ ایک مبارک خواب ہے۔ اس وقت میں اس خواب کی تعبیر سے قطعی طور پر لاعلم تھا اور نہ میں نے اسکی تعبیر جاننے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مجھے اسکی تعبیر سے لاعلم رکھا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء میں سجدہ سے اٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی تعبیر سے مجھے آگاہ فرمایا۔ (اول) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ اس خواب میں جو حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام نے دعا مانگی تھی۔ یہ وہی دعا ہے جسکے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بتایا تھا:۔ ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔'' (دوئم) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ وہ موعود نشان رحمت جو حضورؑ کو بخشا گیا وہ تو (یعنی خاکسار) ہی تھا اور اس خواب میں اس موعود مصلح کو بھی حضورؑ کی دعا میں شامل کیا گیا۔ (سوئم) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تجھے (یعنی خاکسار کو) بھی خواب دیکھنے سے پہلے ایک دعا فتح اور غلبہ اسلام کیلئے سکھائی گئی تھی اور اس خواب میں حضورؑ کیساتھ اور انکی اقتدا میں وہ دعا تجھ سے بھی منگوائی گئی ہے۔ (چہارم) اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں جس موعود مصلح کی بشارت بخشی گئی تھی اسکی ایک علامت اس کا ''زکی'' ہونا ہے۔ زکی کے لغوی معنیٰ ''پاک اور نیک'' کے ہوتے ہیں اور اس طرح ''زکی'' بننے کی دعا بھی تجھے سکھائی اور تجھ سے منگوائی گئی ہے۔

تو پاک مجھ کو کردے اور نیک بھی بنادے ۔ اسلام کی محبت، دل میں میرے بٹھادے

ربوہ کے آخری جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء کے موقعہ پر افتتاحی خطاب سے پہلے جو خلیفہ رابع کی ایک نظم ''مرد حق کی دعا'' کے عنوان سے پڑھی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مارچ یا اپریل ۱۹۸۴ء میں بتایا کہ اس نظم کے دو اشعار میں تیری خواب کے مضمون کا ذکر موجود ہے۔ خواب میں حضرت مہدی و مسیح موعودؑ اور خاکسار دونوں دعا کرتے ہیں اور خاکسار باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر متذکرہ بالا دعائیہ اشعار پڑھتا ہے۔ میری خواب میں حضورؑ کی دعا کی طرف اس شعر میں ذکر کیا گیا ہے

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مرد حق کی دعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

آج میرا دعویٰ ہے کہ ''مرد حق کی دعا'' میں ہوں اور میں ہی سحر کی ناگنوں کو نگلنے والا ہوں۔ یہاں سحر کی ناگنوں سے مراد قدیم و جدید فلاسفہ کے علاوہ محمودی سحر کی ناگنیں یعنی محمودی علماء ہیں۔ اگر کسی احمدی کو اس میں شک ہو تو ان محمودی علماء کو میرے مقابل پر لائے۔ اور اپنی خواب میں خاکسار کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا ذکر اس آخری شعر میں موجود ہے۔

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا ،کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا ۔ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا، موت آبھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

اگر میں نعوذ باللہ جھوٹا تھا تو پھر جماعت کا ایک خلیفہ میری خواب کے مضمون کو اپنی نظم کے اشعار میں کیوں اور کس طرح باندھ بیٹھا؟ یہاں کوئی سوال کرسکتا ہے کہ اگر کسی خلیفہ کی رؤیا نفسانی ہوسکتی ہے تو پھر آپکی خواب کا کیا اعتبار؟ یہ بھی تو نفسانی ہوسکتی ہے۔ اس ضمن میں میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ میری خواب کے نفسانی نہ ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

اولاً۔ یہ کہ خلیفہ ثانی کے برخلاف میں کسی پیر یا عالم یہاں تک کہ کسی صحابی تک کا بھی بیٹا نہیں ہوں۔ میں جس ماحول میں پیدا ہوا اور جس ماحول میں پرورش پائی اس ماحول میں تو کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کسی الہامی پیشگوئی کے مطابق اپنی ''رحمت کا نشان'' بنانے والا ہے۔

ثانیاً۔ خواب دیکھنے سے چند ماہ قبل مجھ غیر شاعر کے دل میں غائب سے ایک منظوم دعا ڈالی گئی۔ یہ دعائیہ اشعار میں نے نہیں بنائے بلکہ بنے بنائے مجھے بخشے گئے۔

ثالثاً۔ اس انتہائی مختصر خواب میں جب میں حضورؑ کے ارشاد پر آپکے ساتھ آپکی دعا میں شامل ہونے کیلئے ہاتھ اٹھاتا ہوں تو اس وقت میں یہی منظوم دعا پڑھتا ہوں۔ ایسا ہونا نفس کی بات نہیں ہوسکتی بلکہ یہ کوئی الٰہی تدبیر تھی۔ ایک دعا پہلے بخشی گئی اور پھر خواب کی حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کیساتھ کروائی گئی۔

رابعاً۔ خواب دیکھنے کے بعد خوشی ضرور ہوئی لیکن اس خواب کی تعبیر سے اس وقت تک بیخبر رہا جبتک خود خدا تعالیٰ نے اس کی تعبیر نہیں بتائی۔ ایسا نہیں ہوا کہ آج خواب دیکھی اور اگلے دن اس خواب کی بنیاد پر موعود مصلح کا دعویٰ کر دیا۔

خامساً۔ خلیفہ رابع نے میری اس خواب کے مضمون سے متعلق دو اشعار اپنی نظم میں باندھ لئے جو دسمبر ۱۹۸۳ء کے جلسہ سالانہ کے افتتاحی روز ''مرد حق کی دعا'' کے عنوان سے پڑھی

گئی۔کیا یہ سب اتفاقات تھے؟ اور کیا اتنے اور ایسے واقعات کسی نفسانی خواب کیساتھ بھی ہو سکتے ہیں؟ خداتعالیٰ جس انسان کو چاہے بن مانگے اسکی جھولی بھر دے اور جس کو چاہے مانگنے اور خواہش کرنے کے باوجود کچھ نہ دے۔ سچ ہے ''بن مانگے موتی ملیں اور مانگے ملے نہ بھیک''۔

دوسری خواب اس طرح تھی۔ موضع ڈاور میں ہماری تھوڑی سی زرعی زمین ہے۔ زمین بالائی اور زیریں حصوں میں منقسم ہے۔ زمین کے بالائی حصہ پر میرے والد صاحب (مرحوم) کے زمانے میں ایک کچی حویلی تھی جسکے نقوش میرے ذہن میں اچھی طرح یاد ہیں۔ رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میں اس حویلی کے پاس کھڑا ہوں۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہماری زیریں زمین میں سے گزر رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی میں آپکی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پکڑ کر انکا بوسہ لیتا ہوں اور آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں ''حضورؑ آپ ہمارے گھر کے پاس سے گزر کر جارہے ہیں۔ آپ ہمارے گھر آئیں اور ہمیں بھی اپنی خدمت کا شرف بخشیں''۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''مجھے آگے کام ہے میں واپسی پر آپکے گھر آؤں گا''۔ آپ علیہ السلام آگے تشریف لے جاتے ہیں اور میں واپس حویلی کی طرف آجاتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لے آئے۔ آپ نے ہم سب گھر والوں کو اکٹھا کیا اور ہمیں نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ پھر حضور علیہ السلام نے ازراہ شفقت فرمایا ''غفار میرے ساتھ آؤ۔ آجکل ہماری زمین پر گنے کا رس نکالتے ہیں تم بھی رس پینا''۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔ میں نے ایک برتن لیا اور گھر والوں سے کہا کہ میں حضور علیہ السلام کیساتھ آپکی زمین پر جارہا ہوں۔ وہاں پر رس پیئوں گا اور کچھ رس لیکر بھی آؤنگا۔ پھر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل پڑتا ہوں۔ کافی چلنے کے بعد میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپکی زمین میں داخل ہو جاتا ہوں۔ زمین اتنی پیاری تھی کہ بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ رؤیا میں ہی خیال کرتا ہوں کہ ہماری زمین تو اتنی اچھی نہیں ہے۔ ہم بھی اپنی زمین فروخت کر کے حضور علیہ السلام کی زمین کیساتھ ہی خرید لیں گے۔ خواہ تھوڑی ہی ملے۔ یہیں پر ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی۔

الہامی پیشگوئی کے متعلق خلیفہ ثانی کی توجیہات کا ابطال!

خلیفہ ثانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۲ پر ''آنیوالے موعود کی باون علامات'' کے عنوان کے تحت باون علامات کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں میری عرض ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں اولاً۔ باون علامات موجود نہیں ہیں ثانیاً۔ اس پیشگوئی میں فرمودہ اکثر باتیں موعود مصلح کی علامات نہیں بلکہ اسکی صفات ہیں۔ وجہ یہ کہ وہ بات جو کسی انسان میں مشاہدہ یا تجربہ نہ ہو سکے تو ہم اسکو علامت کا نام کس طرح دے سکتے ہیں؟ ثالثاً۔ اس مفصل الہامی پیشگوئی میں موعود مصلح کی چند مرکزی علامات ہیں اور یہی علامات اپنوں اور غیروں کے آگے اسکی سچائی کا ثبوت ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظھر الاول و الاخر۔ مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔''

الہامی پیشگوئی کی یہ چند مرکزی علامات اللہ تعالیٰ نے میرے وجود میں کس طرح پوری کی ہیں، اس کا ذکر بعد میں کرونگا لیکن سردست خلیفہ ثانی کی الہامی پیشگوئی کے متعلق دیگر توجیہات پر روشنی ڈالتا ہوں۔ آپ صفحہ ۷۶ پر ''مصلح موعود کا علوم ظاہری سے پر کیا جانا'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''پہلی پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔ اس پیشگوئی کا یہ مفہوم ہے کہ وہ علوم ظاہری سیکھے گا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ علوم ظاہری میں خوب مہارت رکھتا ہوگا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔ جسکے معنی یہ ہیں۔ کہ کوئی اور طاقت اسے یہ علوم ظاہری سکھائے گی۔ اسکی اپنی کوشش اور محنت اور جدوجہد کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ علوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہاں ''پر کیا جائے گا'' کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ خداتعالیٰ کی طرف سے اسے یہ علوم سکھائے جائیں گے۔ اور خداتعالیٰ کی طرف سے سائنس اور حساب اور جغرافیہ وغیرہ علوم نہیں سکھائے جاتے بلکہ دین اور قرآن سکھلایا جاتا ہے پس پیشگوئی کے ان الفاظ کا کہ وہ علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا یہ مفہوم ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم دینیہ اور قرآنیہ سکھلائے جائیں گے۔ اور خدا اس کا معلم ہوگا'' پھر اسکے بعد خلیفہ ثانی اپنی صحت کی کمزوری کا ذکر کر کے مزید فرماتے ہیں کہ انہیں قرآنی علوم کا انکشاف ہوا ہے اور اسکے بعد تفسیر القرآن کے متعلق دنیا کو چیلنج دینے کی بات کرتے ہیں۔ میں اس ضمن میں چند گذارشات کرتا ہوں۔

اولاً۔ وہ شخص جو مہدی اور ایک نبیؑ کے گھر میں پیدا ہوا۔ وہ جس نے آنکھ کھولتے ہی اپنے محترم والد صاحبؑ کے روحانی خزائن پڑھنے شروع کر دیئے۔ پھر حضورؑ کے دیگر جید صحابہ بشمول حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ نے آپکو قرآن کی تعلیم اور تفسیر پڑھائی۔ علاوہ اسکے حدیث اور دیگر مروجہ علوم بھی آپ نے صحابہؓ سے سیکھے۔ اس ماحول میں پیدا اور پرورش پانے والے کسی بھی انسان کا علم القرآن کسی بھی دوسرے عالم سے کیا کم ہوگا؟ وہ یہ سب علم تو اپنے ماحول میں سیکھ چکا تھا اور اس کا انہوں نے اپنی تقریر میں اقرار بھی کیا ہے تو پھر

ایسے انسان کی قرآنی تفسیر کے چیلنجوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ ویسے بھی امت مسلمہ میں ایک سے بڑھ کر ایک مفسر ہو گزرے ہیں۔اگر ایک انسان اپنے سے پہلے کی گئی سب قرآنی تفاسیر سے استفادہ کر کے اپنی زیرنگرانی صدہا علمائے دین کی معاونت سے ایک نامکمل تفسیر کبیر لکھ لیتا ہے تو اس میں اس کا اپنا کیا کمال ہے اور کیا یہ اسکے "علوم ظاہری سے پر ہونے کا" ثبوت ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ہاں کنویں کے مینڈکوں کیلئے جنہیں صبح وشام یہ تعلیم دی جاتی ہو کہ اپنے دائرہ سے باہر کسی کتاب یا تفسیر کو ہاتھ نہیں لگانا، حرف آخر نہیں سمجھنا انہیں مسحور کرنے کیلئے خلیفہ ثانی کا یہ واقعی کارگر حربہ تھا۔ثانیاً۔آپکا یہ فرمانا کہ "یہاں علوم ظاہری سے مراد حساب اور سائنس وغیرہ نہیں ہوسکتے" بھی غلط ہے۔کیونکہ تمام سائنسی علوم "علوم ظاہر" میں ہی آتے ہیں۔مثلاً قانون کشش ثقل کا تعلق علوم ظاہری ہی سے ہے اور نیوٹن پر اللہ تعالی نے اس کا انکشاف سیب گرنے کے ایک معمولی واقعہ کی بدولت کیا تھا۔اسی قانون ثقل کی بدولت آج اس مایہ ناز سپوت کو عالم گیر شہرت حاصل ہے۔کیا خلیفہ ثانی نے بھی علوم ظاہری میں کوئی ایسا کارنامہ دکھایا ہے؟ اگر ہے تو دکھایا جائے۔تم لوگ ایک ایسے انسان کے غلط دعویٰ مصلح موعود کو تحفظ دینے کیلئے جسکی خوبی صرف اتنی تھی کہ وہ ایک مہدیؑ کا بیٹا تھا، پتہ نہیں حضرت مہدیؑ کی غلامی میں پیدا ہونے والے کتنے نیوٹنوں کو کھا چکے ہو؟ ایک پروفیسر عبدالسلام ابھرا وہ بھی اسلئے کہ وہ اس مذہبی گروہ سے فاصلہ پر رہا ورنہ اس کا علمی ستارہ بھی گہن جاتا۔یورپین اسحاق نیوٹن کیلئے یہ شکر کا مقام تھا کہ وہ آپ ایسے متعصب گروہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا ورنہ اسکی ذہانت کو بھی بیعت، اطاعت اور نظام جماعت کے نام پر چاٹ لیا جاتا اور آج ہم لوگ اس عظیم خادم علم سے واقف نہ ہوتے۔

آپ صفحہ ۹۹ پر "مصلح موعود کا علوم باطنی سے پر کیا جانا" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"دوسری خبر اس پیشگوئی میں یہ دی گئی تھی کہ وہ باطنی علوم سے پر کیا جائیگا۔باطنی علوم سے مراد وہ علوم مخصوصہ ہیں جو خدا تعالی سے خاص ہیں جیسے علم غیب ہے جسے وہ اپنے بندوں پر ظاہر کرتا ہے۔جن کو وہ دنیا میں کوئی خاص خدمت سپرد کرتا ہے۔تا کہ خدا تعالی سے ان کا تعلق ظاہر ہو اور وہ انکے ذریعہ سے لوگوں کے ایمان تازہ کر سکیں سو اس شق میں بھی اللہ تعالی نے مجھ پر خاص عنایت فرمائی ہے۔اور سینکڑوں خوابیں اور الہام مجھے ہوئے ہیں جو علوم غیب پر مشتمل ہیں۔" اسکے بعد آپ اپنے کچھ الہامات اور خوابوں کا ذکر کرتے ہیں۔اور اس سے آپکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو بتاسکیں کہ اس طرح اللہ تعالی نے مجھے "علوم باطنی" میں پر کیا ہے۔حالانکہ اللہ تعالی ہر انسان کو خوابیں دکھاتا ہے اور بعض کو الہام بھی ہو جاتے ہیں۔لیکن الہامی پیشگوئی میں مصلح موعود کی جو یہ علامت بیان فرمائی گئی ہے اس کا مطلب کچھ اور ہے۔سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالی سورہ حدید میں فرماتا ہے۔"ھو الاول و الاخر و الظاھر و الباطن و ھو بکل شیء علیم o ترجمہ۔وہ اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ط ﴿۵۷=۴﴾ اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے چار صفاتی ناموں کا ذکر فرمایا ہے، اول۔آخر۔ظاہر اور باطن کا۔علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا سے یہی مراد تھی کہ اس موعود غلام کو اللہ تعالی اپنے ان صفاتی ناموں "ظاہر" اور "باطن" کا علم بدرجہ اتم عطا فرمائے گا اور یہ علم کیا ہے؟ یہ علم حقائق الاشیاء اور اس نور کا علم ہے جو محیط کل ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خاکسار جس ماحول میں پیدا ہوا اور جس ماحول میں پرورش پائی اس میں میری دینی تعلیم وتربیت نہیں ہوسکتی تھی۔حتی کہ میں کسی استاد سے قرآن کریم ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا۔یہ تو میرے دینی علم کا پس منظر ہے۔تنگ دستیوں کے باوجود میں نے دنیوی تعلیم جاری رکھی اور اس طرح کچھ لکھنا پڑھنا سیکھ گیا۔حصول علم کے متعلق جو دعائیں مخبر صادق ﷺ اور آپکے غلام حضرت مرزا غلام احمدؑ پر الہام ہوئیں تھیں، میں پہلے درج کر چکا ہوں۔یہ دعائیں میرے لئے "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیے جانے" کا باعث بنیں۔ان الہامی دعاؤں تک میری رسائی یا ان الہامی دعاؤں کا میرے تک پہنچنا کوئی اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ یہ بھی کوئی الہی تدبیر تھی۔ایم اے کے امتحان کے بعد میں نے سقراتی نظریہ علم "نیکی علم ہے" پر غور وفکر شروع کیا۔اس نظریہ سے ظاہری طور پر یہ تو پتہ لگتا تھا کہ "نیکی" اور "علم" دونوں ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔لیکن "نیکی" کیا ہے؟ یا "علم" کیا ہے؟ اس کا عقل کیساتھ سمجھنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن تھا اور میری بھی سادگی یا لاعلمی دیکھئے کہ میں اس علمی پہیلی کو سلجھانے بیٹھ گیا جسکے سمجھنے سے انسانی عقل ہزاروں سال سے قاصر تھی۔دو ہفتوں کے مسلسل غور وفکر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اس علمی نظریہ کو سمجھنا میرے لئے ناممکن ہے۔تب وسط دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک ایک مبارک لمحہ میری زندگی میں آیا۔مجھے ایک مبارک سجدہ نصیب ہوگیا۔اور اس سجدہ میں میں نے ان متذکرہ بالا الہامی دعاؤں کو پڑھنا شروع کر دیا۔چند منٹ کے بعد ہی مجھے سجدے میں یقین ہوگیا کہ میرے رب نے ان دعاؤں کو قبول فرمالیا ہے۔ان دعاؤں کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالی نے مجھے حقائق الاشیاء اور اس نور کا علم بخشا جو کہ محیط کل ہے۔اللہ تعالی نے مجھے بعد ازاں بتایا کہ موعود مصلح کی الہامی پیشگوئی میں جو یہ فرمایا گیا تھا کہ "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا" سے یہی علم مراد تھا۔اور یہ انہی متذکرہ بالا دعاؤں کی قبولیت میں ملنا تھا۔یہ محض خالی دعویٰ نہیں ہے بلکہ ہر شخص میری کتاب "غلام مسیح الزماں" کے حصہ دوم "الہامی پیشگوئی کی حقیقت" میں اس علوم ظاہری و باطنی کا مشاہدہ کرسکتا ہے جو ایک جامع الہی نظریہ پر مشتمل ہے۔

الموعود کے صفحہ ۱۴۷ پر خلیفہ ثانی "مصلح موعود کی زمین کے کناروں تک شہرت اور اسلام کی اکناف عالم میں اشاعت" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

"تیسری پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور اسلام کی تبلیغ اسکے ذریعہ سے مختلف ملکوں میں ہوگی۔یہ پیشگوئی بھی ایسے رنگ میں پوری ہوئی ہے کہ

دشمن سے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔'' پھر لکھتے ہیں کہ جب میں خلیفہ بنا تو خزانہ خالی تھا اور اب جماعت کی مالی حالت مستحکم ہے۔ اسکے بعد ۳۴ ممالک کا ذکر کرتے ہیں جن میں تبلیغ اسلام اور احمدیت پھیلائی گئی۔ اور اسکی مثال آپ اس طرح دیتے ہیں کہ مثلاً سوڈان میں اور اپسے سینیا میں ایک ایک دو دو احمدی پیدا ہو گئے ہیں اور اس طرح آپکی نظر میں یہ ممالک فتح ہو گئے۔ بعد ازاں بائیس کے قریب تنخواہ دار مولویوں کی تقاریر کروائی گئیں یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ اللہ تعالی نے میرے ذریعہ دنیا کے کناروں تک اسلام اور احمدیت کا نام پہنچا دیا۔ میں احباب جماعت کو کہتا ہوں کہ یہ سب بچگانہ باتیں اور طفل تسلیاں تھیں جو مصلح موعود کی الہامی پیشگوئی کو جھوٹے طور پر اپنے وجود میں پورے کرنے کیلئے کی گئیں۔
خلیفہ ثانی جب ۱۹۱۴ء میں اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوئے تو اس وقت حضرت مہدیؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی قائم کردہ لاکھوں مریدوں کی جماعت آپکو ورثہ میں ملی۔
سینکڑوں مولوی آپکے ساتھ تھے۔ آپ نے اس جماعت اور ان مولویوں کی مدد سے ۵۲ سال اس الہامی پیشگوئی کو اپنے وجود میں پورا کرنے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ لیکن دنیا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی مصلح موعود آپکے وجود میں پوری نہ ہوسکی اور پوری بھی کس طرح ہوسکتی تھی کیونکہ آپ تو اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کے دائرہ ہی میں نہیں آتے۔ آپکی وفات پر آپکے قائم کردہ نظام اور آپکی عین خواہش کے مطابق (جس کا آپ اپنی زندگی میں بارہا اظہار بھی کر چکے تھے) آپکا بیٹا تیسرا خلیفہ بنا۔ اس نے بھی اپنے سترہ سالہ دور اقتدار میں اپنے باپ کو مصلح موعود ثابت کرنے کی کوششیں کیں۔ خلیفہ ثالث کی وفات کے بعد پھر آپ ہی کا دوسرا بیٹا مرزا طاہر احمد خلیفہ رابع بنا۔ جب وہ خلیفہ بنا تو پاکستان میں ایک فوجی ڈکٹیٹر کی حکومت تھی اور وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو کچلنا چاہتا تھا۔ اس وقت جماعت احمدیہ کے انتظامی سربراہ کیلئے پاکستان میں رہنا مشکل ہو گیا۔ اگر حضورؑ کا موعود زکی غلام یعنی مصلح موعود دنیا میں آ گیا ہوتا تو یقیناً اس وقت یعنی ۱۹۸۴ء میں اس وقت کا خلیفہ اس مصلح موعود (اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا) کی مرید قوموں اور مرید بادشاہوں کی طرف ہجرت کرتا نہ کہ سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ پناہ ڈھونڈتا۔ ایک دیانتدار اور صاحب شعور احمدی کیلئے خلیفہ ثانی کے دعوی مصلح موعود کا جھوٹ ثابت کرنے کیلئے ایک یہی دلیل کافی ہے۔

میں جماعت احمدیہ ربوہ ثم لندن کے کرتا دھرتا حضرات سے عرض کرونگا کہ آپ نے اپنے خودساختہ مصلح موعود کے غلط دعوی کو سچا ثابت کرنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کو بھی داغدار کر دیا ہے؟ لیکن پھر بھی خلیفہ ثانی مصلح موعود ثابت نہ ہو سکے۔ کیا بلی شیر ثابت ہوسکتی ہے؟ آپ سب ہوش کے ناخن لو اور اس دروغ گوئی کو چھوڑ دو۔ افراد جماعت کی تعداد کے بارے میں آپ نے اس قدر جھوٹ بولے کہ اب تو آپ کروڑی جماعت کے نام سے مشہور ہو چکے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ انگلستان میں جماعت کا قیام حضرت خلیفہ اولؓ کے زمانے میں عمل میں آ چکا تھا۔ اس نوے یا پچانوے سال کے عرصہ کی آپکی تبلیغ اور آپکے خودساختہ مصلح موعود کی انتہائی کوششوں کے باوجود کیا آپ دنیا کو برطانیہ میں ۲۰۰ مخلص انگریز احمدی دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دوسری مثال میں جرمنی کی لیتا ہوں جس کا میں بھی شہری ہوں۔ اس ملک میں قریباً ۱۹۴۰ء کی دہائی میں جماعت کا قیام عمل میں آ چکا تھا۔ اس پینسٹھ سال کے عرصہ میں آپکی تبلیغ اور آپکے خودساختہ مصلح موعود کی کوششوں کے نتیجہ میں کیا آپ دنیا کو جرمنی میں مخلص ۲۰۰ جرمن احمدی دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جرمنی اور برطانیہ یورپ کا اقتصادی اور سیاسی مرکز ہیں باقی یورپ کا اندازہ آپ خود کر لیں۔ جھوٹ کا نتیجہ ہمیشہ شرمندگی ہوا کرتا ہے سو یہ نتیجہ آپکے سامنے ہے۔ زمین کے کناروں تک وہ شہرت پاتا ہے جو یا تو کسی عظیم مذہب کا بانی ہو مثلاً حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیؑ۔ حضرت مہاتما بدھؒ، حضرت عیسیؑ۔ حضرت محمد عربیﷺ یا حضرت مرزا غلام احمدؑ جو تجدید اسلام کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ یا پھر وہ شخص دنیا کے کناروں تک شہرت پاتا ہے جس نے علم کی دنیا میں کوئی عظیم دریافت کی ہو یا کم از کم تجدید علم ہی کیا ہو۔ مثلاً۔ سقراط، افلاطون، ارسطو، ابن سینا، ابن رشد یا نیوٹن اور آئن سٹائن وغیرہ۔ میرا احباب جماعت سے سوال ہے (گستاخی معاف) کہ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی میں اپنے ماحول میں تو کافی کارنامے سرانجام دیئے تھے لیکن وہ کونسا علمی کارنامہ تھا جو آپکی زمین کے کناروں تک شہرت کی وجہ بنا۔ ہاں آپ نے بھٹو کی طرح یہ کارنامہ ضرور سرانجام دیا تھا کہ اقتدار کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کی پیاری جماعت کو دولخت کر دیا۔ امر واقع یہ ہے کہ آج کے دن تک تو بانئے جماعت جو نبی اللہ تھے کا نام بھی زمین کے کناروں تک نہیں پہنچ سکا چہ جائیکہ خلیفہ ثانی کا پہنچ گیا ہو۔ ہاں خلیفہ ثانی کو افراد جماعت ضرور جانتے ہیں جنکے سامنے وہ اپنی مصلح موعودی کا لوہا منواتے رہے۔ لیکن جماعت سے باہر اسے کوئی نہیں جانتا۔ میں لوگوں کو بتاتا ہوں کہ حضرت مہدیؑ کا نام زمین کے کناروں تک ضرور پہنچے گا اور مقتدر بادشاہ ضرور آپکے کپڑوں سے برکت حاصل کریں گے۔ لیکن جب آپؑ کا روحانی فرزند دنیا میں ظاہر ہوگا۔ اور میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اب یہ وقت آن پہنچا ہے۔ وہ علمی انقلاب جسکی بدولت دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ اور آنحضورﷺ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہونا ہے اسکے بیج میرے جامع الٰہی نظریہ میں آپکو مل سکتے ہیں۔ اور میری کتاب کا حصہ دوم اسی نظریہ پر مشتمل ہے۔
الموعود کے صفحہ ۱۵۵ پر آپ بعنوان ''اسیروں کی رستگاری'' فرماتے ہیں۔
''ایک پیشگوئی یہ کی گئی تھی کہ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اللہ تعالی نے اس پیشگوئی کو بھی میرے ذریعہ سے پورا کیا۔''
اس ضمن میں آپ لکھتے ہیں کہ میں نے براعظم افریقہ میں وحشی قوموں کو رستگاری بخشی۔ اور میں عرض کرتا ہوں کہ یہ ان قوموں کی رستگاری اس طرح آپ نے کی کہ اگر کسی افریقی

ملک میں دو چار افریقی بیچارے بوجوہ یا بھوک مٹانے کیلئے احمدی ہو گئے تو وہ پورا ملک رستگار ہو گیا۔ اسی طرح انہوں نے دوسری قوموں کو رستگاریاں دلائیں۔ خلیفہ ثانی کی وفات کو چالیس سال گزر گئے ہیں کیا محمودیت کے کرتا دھرتا آج بھی کوئی ایک افریقی قوم دکھا سکتے ہیں جس نے خلیفہ ثانی کی بدولت رستگاری پائی ہو؟ بعد ازاں آپ نے اپنی کتاب میں کشمیریوں کی آزادی کے سلسلہ میں کافی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ میں مختصراً کہوں گا کہ تقسیم ہند سے پہلے خلیفہ ثانی نے اس مال سے جو غریب احمدیوں نے خون پسینے کی کمائی سے اور بعض غرباء نے تو انڈے بیچ بیچ کر دیا تھا اور تنخواہ دار مولویوں کی مدد سے کشمیری قوم کو آزاد کروا کر پیشگوئی مصلح موعود کو اپنے وجود میں پورا کرنے کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔ لیکن کیا وہ کشمیری قوم کو آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئے؟ تین چوتھائی کشمیری تو آج بھی ہندوؤں کے غلام ہیں اور باقی رہا بقیہ کشمیر تو یہ حصہ پاکستانی فوج نے بڑی سخت جنگ کے بعد آزاد کروایا۔ اور اگر کشمیری قوم پر خلیفہ ثانی کی رستگاری کا کوئی احسان ہوتا تو انکی آزاد کشمیر اسمبلی تاریخ پاکستان میں سب سے پہلے احمدیوں کو غیر مسلم قرار نہ دیتی۔

یہ الہامی پیشگوئی چونکہ افراد جماعت کیلئے بطور خاص ہے اور اس میں مذکور اسیروں سے اول طور پر وہ اسیر مراد ہیں جو آئندہ زمانہ میں اسی جماعت میں بننے والے تھے۔ خلیفہ ثانی ''اسیروں کو رستگاری'' دینے والے کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ انہوں نے تو ان معصوم احمدیوں کو جو حضورؑ پر ایمان لا کر شجر احمدیت کی تقویت کا موجب بنے تھے انکی نسلوں کو اسیر بنا لیا۔ یہ اسیر کس طرح اور کیوں بنائے گئے؟ اسلئے کہ خلیفہ ثانی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق نہیں تھے لیکن آپ نے ہر صورت میں اس پیشگوئی کا مصداق بننا چاہا۔ اور اگر آپ یہ کام نہ کرتے تو اس پیشگوئی کی موجودگی میں آپکی ہزار سالہ اقتدار کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ ''نہ رہے بانس نہ بجے بانسری'' کے مطابق انہوں نے ایک غلط دعوی کر کے اس الہامی پیشگوئی پر ہی قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں اس غلط دعوی کو قائم رکھنے کیلئے اسلامی تعلیم کے برخلاف ایک غیر انسانی اور غیر فطری نظام بنا کر حضورؑ کی روحانی ذریت کو آزادی ضمیر کے پیدائشی حق سے محروم کر دیا۔ اب طرفہ تماشا یہ ہوا کہ اسیر بنانیوالے خود ہی اسیروں کی رستگاری کے مدعی بھی بن بیٹھے۔ میں افراد جماعت سے پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے یہ سچ نہیں کہا؟ اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں یہ سچ نہیں کہہ رہا تو ذرا کسی عہدے دار سے پوچھ کر تو دکھاؤ کہ خلیفہ ثانی کے دعوی مصلح موعود کا الہامی ثبوت کیا ہے؟ اور آپکو پتہ چل جائے گا کہ آپ آزاد ہیں یا اسیر۔ لیکن مایوسی کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر کچھ لوگ آپکی اسیری کی وجہ بنے ہیں تو عنقریب انشاءاللہ پیشگوئی کے مطابق اس ''قبضہ گروپ'' سے رستگاری کا موجب بننے والا بھی آیا کھڑا ہے۔ اور ہم سب ایک روز اس اسیری سے ضرور نجات پائیں گے۔ اور وہ روز مبارک اور وقت آن پہنچا ہے۔

الموعود کے صفحہ ۱۷۷ پر ''جلال الٰہی کا ظہور'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ ''پانچویں خبر یہ دی گئی تھی کہ اس کا نزول جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔''

اس سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں کہ میرے خلیفہ بننے کے بعد پہلی جنگ ہوئی اور اب دوسری شروع ہے اور اس طرح جلال الٰہی کا ظہور دنیا میں ہو رہا ہے۔ پھر آپ پیر منظور احمد کا پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلے میں چھوڑے ہوئے اولین شوشے کو اپنی سچائی میں پیش کرتے ہیں۔ یہ سب آپکے ڈھکوسلے تھے جو آپ نے لگائے۔ جہانتک جنگوں کا تعلق ہے وہ تو ہمیشہ دنیا میں ہوتی رہتی ہیں۔ ان کا پیشگوئی میں مذکور جلال الٰہی سے کیا تعلق؟ امر واقع یہ ہے کہ اس پیشگوئی کے واسطہ سے خلیفہ ثانی نے جو دھوکہ دیکر اس کا مصداق بننے کی کوشش کی تھی اور یہ کوشش اللہ تعالی نے ناکام کر دی ہے۔ اور اب اس پیشگوئی کے حقیقی مصداق کا نازل ہونا ہی ان مجرموں کیلئے جلال الٰہی کا ظہور ہے۔ اور اگر کسی احمدی کو شک ہو تو اب ان سے پوچھ کر دیکھ لے۔ الموعود کے صفحہ ۱۷۸ پر آپ ''مخالفین کی ارادہ قتل میں ناکامی'' کے تحت لکھتے ہیں۔ ''چھٹی خبر یہ دی گئی تھی کہ خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔''

آپ لکھتے ہیں کہ مجھ پر قاتلانہ حملے ہوئے اور اللہ تعالی نے میری حفاظت فرمائی اور اس طرح خدا کا سایہ میرے سر پر رہا۔ پھر قاتلانہ حملوں کی تفصیل درج کی ہے۔ حالانکہ یہ سب تک بندیاں تھیں جو آپ نے لگا کر اس علامت کو اپنے اوپر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ''ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ موعود مصلح صاحب الہام ہوگا اور خدا تعالی سے علم لدنی پائے گا۔ ''اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔'' کا مطلب یہ تھا کہ وہ تولد کے فوراً بعد یتیم ہو کر خدا کے سایہ کے نیچے پرورش کریگا۔ جس طرح آنحضرت ﷺ پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گئے اور بچپن میں ہی والدہ محترمہ بھی وفات پا گئیں۔ آپ ﷺ بظاہر اپنے محترم دادا، اور اپنے محترم چچا کی کفالت میں رہے لیکن درحقیقت آپ ﷺ نے بچپن ہی سے خدا کے زیر سایہ پرورش پائی۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ الم یجدك یتیمًا فاوی (۹۳=۷) کیا اس نے تجھے یتیم پا کر (اپنے زیر سایہ) پناہ نہیں دی۔ جہاں تک خلیفہ ثانی کے حالات کا تعلق ہے وہ تو اپنے والد محترمؑ کی زندگی میں ہی احباب جماعت کی آنکھ کا تارا بنے ہوئے تھے۔ پھر حضورؑ کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ کی خلافت میں آپ انکے مشیر خاص رہے بلکہ عملاً جماعت کے کرتا دھرتا آپ ہی تھے۔ پھر ۱۹۱۴ء میں بذات خود جماعت احمدیہ کے سربراہ بنے۔ بظاہر آپکی زندگی میں کوئی بھی وقت ایسا نہیں آیا جب آپ اتنے تنہا اور بیکس ہو گئے ہوں جہاں یہ الفاظ ''اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔'' اپنے معروف معنی میں آپ پر صادق آ سکتے ہوں۔ جہاں تک میرے حالات زندگی کا تعلق ہے تو میری زندگی کا ہر لمحہ اسکی تصدیق کر رہا ہے کہ میری زندگی شیر خوارگی سے لیکر آج تک ا لم یجدك یتیمًا فاوی (۹۳=۷) کے مطابق اللہ تعالی کے زیر سایہ گزری ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ میرے آقا حضرت مہدیؑ نے اپنے درج ذیل اشعار میں شاید میرے حالات زندگی کی ہی تصویر کشی کی تھی۔

ابتداء سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے ۔ گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول ۔ میں تو نالائق بھی ہوکر پا گیا درگہ میں بار
کام جو کرتے ہیں تیری راہ میں پاتے ہیں جزا ۔ مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف وکرم ہے بار بار

حضورؓ کا موعود یوسف!

الموعود کے صفحہ ۱۸۴ پر آپ ''یوسف ثانی کی خبر'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''ساتویں اس کا نام یوسف رکھا گیا تھا۔اور یوسف کا واقعہ بھی یہی ہے کہ اسکے بڑے بھائیوں نے اسے گم کر دیا۔اور پھر باپ کو کہنے لگے کہ اب وہ نہیں ملتا۔تم اسکی یاد میں مر جاؤ گے لیکن اسے نہ پاؤ گے۔'' اسکے بعد آپ حضرت مسیح موعودؑ کے اس موعود یوسف کی پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں جو کسی صورت میں بھی آپ پر چسپاں نہیں ہوتی۔حضورؑ اپنے موعود یوسف کے متعلق فرماتے ہیں۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا ۔ آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے ۔ گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اسکا انتظار

سورۃ یوسف سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کا روحانی وارث تھا۔وہ صدیق نبی اور انتہائی حلیم اور اپنے بھائیوں سے محبت کرنیوالا تھا۔لیکن بڑے حاسد بھائیوں نے اس پر ظلم کیا۔اسے کنویں میں گرا کر اپنے باپ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا چاہی۔لیکن حضرت یعقوبؑ ہمیشہ یوسف کا ذکر کرتے اور اسے یاد کرتے رہتے تھے۔اللہ تعالی نے یوسفؑ کو کنویں، قید خانہ اور دوسرے مصائب سے نکال کر ایک بلند اور معزز عہدہ پر فائز کر دیا۔بالآخر حضرت یوسفؑ نہ صرف اپنے باپ کو ملتے ہیں بلکہ وہ اپنے ظالم بھائیوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں۔خلیفہ ثانی کے پیشگوئی مصلح موعود پر ناجائز قبضہ کرنے سے حضرت یوسفؑ کے واقعہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔حضرت یوسفؑ کیساتھ بھی اسکے بھائیوں نے اسے کنویں میں گرا کر یہی سلوک کیا تھا جو خلیفہ ثانی نے مصلح موعود کا غلط دعوی کر کے اپنے روحانی بھائی یعنی مثیل مبارک احمد کیساتھ کیا ہے۔اللہ تعالی کے علم میں یہ سب کچھ تھا اور اس نے حضورؑ کو تسلیاں دیں کہ تیرا یوسف یعنی تیرا روحانی فرزند اور مثیل مبارک احمد تجھے ضرور ملے گا۔ایک دوسری جگہ خلیفہ ثانی فرماتے ہیں۔

''حضرت مسیح موعود نے مجھے یوسف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں، مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی، یہی کہ پہلے یوسف کی جو ہتک کی گئی ہے، اس کا میرے ذریعہ ازالہ کر دیا جائے۔پس وہ تو ایسا یوسف تھا، جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا مگر اس یوسف نے اپنے دشمن بھائیوں کو گھر سے نکال دیا۔پس میرا مقابلہ آسان نہیں۔'' (عرفان الہی صفحہ ۹۴)

حضرت مسیح موعودؑ کو جس یوسف کی بشارت اللہ تعالی نے دی تھی وہ تو ''زکی غلام'' تھے۔جیسا کہ میں نے مضمون کے شروع میں کہا ہے کہ حضورؑ اپنے 'زکی غلام' کو اپنی صلبی اولاد میں ضرور ڈھونڈتے رہے لیکن صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے بعد اللہ تعالی نے آپکے زکی غلام یعنی یوسف کی پیشگوئی کو آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔اور اس طرح آپؑ بعد ازاں خاموش ہو گئے۔اولاً خلیفہ ثانی تو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور جماعت کے سربراہ ہوتے ہوئے انہیں کنویں میں کس نے گرانا تھا۔ثانیاً آپ نے جو یوسفؑ سے اپنی مماثلت کی دلیل دی ہے کیا یہ انتہائی مضحکہ خیز نہیں؟ کیا یہ یوسفؑ سے مماثلت کی عجیب منطق نہیں؟ اور خلیفہ بننے کے بعد آپ اسی منطق کے سہارے مصلح موعود بنے اور یہ منطق تھی جسکی لاٹھی اسکی بھینس۔ایک شخص کو اسکے سگے بھائی بوجہ حسد کنویں میں گرا رہے ہیں کہ وہ (یوسفؑ) مورد کرم بے حساب کیوں ہوا۔اور ایک شخص ''پیشگوئی مصلح موعود'' پر زبردستی قبضہ جمانے کیلئے پوری جماعت کو کنویں میں گرا رہا ہے اور دعوی یوسف ثانی کا۔

حیراں ہوں دل کو رووں کہ پیٹوں جگر کو میں ۔ مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

خلیفہ ثانی اور مولوی محمد علی کے سوال و جواب!

الموعود کے آخر میں خلیفہ ثانی نے مولوی محمد علی صاحب کے چند اعتراضات کا ذکر کر کے انکے جوابات تحریر کئے ہیں۔میں اختصار کیساتھ ان اعتراضات کا تجزیہ اور ان پر اپنا تبصرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔الموعود کے صفحہ ۱۸۵ پر آپ ''مولوی محمد علی کا پہلا اعتراض'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''مولوی محمد علی صاحب نے اس پیشگوئی کے متعلق لکھا ہے کہ موعود تین سو سال کے بعد آئے گا۔اس کا جواب میں دے چکا ہوں۔دوسرے انہوں نے کئی مخالف دلائل اس اصل پر دیئے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات سے سند یا تو غلط ہے یا مستند نہیں۔میں اس بحث میں پڑتا ہی نہیں کہ وہ سند درست ہے یا نہیں۔کیونکہ میں تو صرف الہامات اور انکے مفہوم کو لیتا ہوں۔باقی انہوں نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیشگوئی کو مبارک احمد پر چسپاں کیا اور وہ اجتہاد غلط نکلا۔میں اس بارہ میں مولوی صاحب کی بات کو تسلیم کر لیتا ہوں کہ چلو وہ پیشگوئی آپ نے مبارک احمد پر لگائی اور آپ کا اجتہاد غلط نکلا کیونکہ میری تشریح کا سب دارومدار تو اللہ تعالی کی وحی پر ہے نہ کہ مامور کے اجتہاد پر۔''

اولاً۔مصلح موعود نے حضورؑ کے فوری بعد ظاہر ہونا تھا یا کہ تین سو سال کے بعد۔میں اسکے متعلق پہلے ثابت کر آیا ہوں کہ یہ مصلح موعود نہ حضورؑ کا جسمانی بیٹا تھا اور نہ اس نے آپؑ کے فوری بعد ظاہر ہونا تھا اور نہ ہی اس نے آپؑ کے تین سو سال کے بعد ظاہر ہونا تھا۔ بلکہ اس ''موعود زکی غلام یعنی مصلح'' نے آنحضورﷺ کے مقدس فرمان کے مطابق حضورؑ کے بعد چودھویں صدی کے اختتام پر یا پندرھویں صدی کے سر پر ظاہر ہونا تھا۔ثانیاً۔یہ درست ہے کہ حضورؑ نے ۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی الہامی پیشگوئی میں مذکور''زکی غلام'' کی بشارت کو واضح رنگ میں صاحبزادہ مبارک احمد پر لگایا تھا۔لیکن اللہ تعالی نے صاحبزادہ مبارک احمد کو وفات دیکر اس موعود مصلح کی الہامی پیشگوئی کو آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔

ثالثاً۔خلیفہ ثانی لکھتے ہیں''کیونکہ میری تشریحات کا سب دارومدار تو اللہ تعالی کی وحی پر ہے نہ کہ مامور کے اجتہاد پر۔''اس ضمن میں عرض ہے کہ خلیفہ ثانی کی یہ بات بھی قطعی طور پر غلط ہے۔اسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضورؑ نے ۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی الہامی پیشگوئی میں اجتہادی طور پر اپنے اس موعود زکی غلام کیساتھ بریکٹ میں (لڑکا) لکھا تھا۔اور آپ اپنے بیٹے صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات تک اس موعود زکی غلام کو اپنا جسمانی بیٹا ہی سمجھتے رہے۔صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے بعد آپؑ خاموش ہو گئے۔خلیفہ ثانی کی ساری تشریحات اور آپکے دعوی مصلح موعود کی بنیاد حضورؑ کا یہی اجتہاد تھا۔اگر آپ اپنی تشریحات کا دارومدار حضورؑ کے الہامات پر رکھتے تو کبھی بھی دعوی مصلح موعود نہ کرتے۔کیونکہ اللہ تعالی نے حضورؑ کے الہامات میں اس موعود مصلح کی بشارت کو آپکی جسمانی اولاد سے نکال کر آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

الموعود کے صفحہ ۱۸۹ پر آپ''دوسرا اعتراض'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

''مولوی صاحب نے تین کو چار کرنے والے الہام پر بہت زور دیا ہے اور میرے متعلق لکھا ہے کہ یہ علامت ان پر کسی طرح بھی چسپاں نہیں ہو سکتی۔''

میری گذارش ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنی کتاب نزول المسیح میں فرماتے ہیں۔''۱۸۸۳ء میں مجھ کو الہام ہوا کہ تین کو چار کرنیوالا مبارک۔اور وہ الہام قبل از وقت بذریعہ اشتہار شائع کیا گیا تھا اور اسکی نسبت تفہیم یہ تھی کہ اللہ تعالی اس دوسری بیوی سے چار لڑکے مجھے دیگا اور چوتھے کا نام مبارک ہوگا اور اس الہام کے وقت منجملہ ان چاروں کے ایک لڑکا بھی اس نکاح سے موجود نہ تھا اور اب چاروں لڑکے بفضلہٖ تعالی موجود ہیں۔''(روحانی خزائن جلد ۱۸صفحہ ۵۷۴)

پھر آپؑ پر ۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی پیشگوئی الہام ہوئی تو آپ نے اس میں''اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔'' کے آگے بریکٹ میں لکھ دیا (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے)۔بعدازاں جب ۱۴جون ۱۸۹۹ء کو صاحبزادہ مبارک احمد کی ولادت ہوئی تو حضورؑ نے اس الہامی پیشگوئی کو واضح رنگ میں آپ پر لگا دیا اور اس کا حوالہ میں قبل ازیں روحانی خزائن جلد ۱۵صفحہ ۲۲۱ سے دے چکا ہوں۔یہ بات درست ہے کہ حضورؑ کے اجتہاد کے مطابق تین کو چار کرنیوالا صاحبزادہ مبارک احمد ہی تھا اور آپکو ہی اللہ تعالی نے اول طور پر پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنایا تھا۔بعدازاں اللہ تعالی نے مبارک احمد کو وفات دیکر اور اسکے مثیل کی بشارت دیکر''تین کو چار کرنیوالے''موعود مصلح کی پیشگوئی کو آپکی روحانی اولاد کی طرف منتقل کر دیا۔

اب الموعود میں خلیفہ ثانی نے حضورؑ کے تین کو چار کرنیوالے اجتہاد کے مطابق تک بندیاں کر کے اپنے آپکو ہر لحاظ سے پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنانے کی کوشش کی۔حالانکہ حضورؑ نے ۲۰فروری ۱۸۸٦ء کی الہامی پیشگوئی کو بڑے واضح رنگ میں اپنے چوتھے بیٹے مبارک احمد پر چسپاں کر دیا تھا۔لیکن خلیفہ ثانی تھے کہ بس ان پر تین کو چار کرنے کا بھوت سوار تھا۔اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں کئی رنگ میں تین کو چار کرنیوالا ہوں۔آپکی تک بندیاں درج ذیل ہیں۔

(۱) پہلی تک بندی۔آپ الموعود صفحہ ۱۹۰ پر لکھتے ہیں۔''اول اس طرح کہ مجھ سے پہلے مرزا سلطان احمد صاحب،مرزا فضل احمد صاحب۔اور بشیر احمد اول پیدا ہوئے۔اور چوتھا میں ہوا۔''(اوپر سے نیچے کی طرف)

(۲) دوسری تک بندی۔آپ لکھتے ہیں۔''دوسرے اس طرح کہ میرے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں تین بیٹے ہوئے۔اور اس طرح میں نے ان تین کو چار کر دیا۔یعنی مرزا مبارک احمد۔مرزا شریف احمد۔مرزا بشیر احمد اور چوتھا میں۔''(نیچے سے اوپر کی طرف)

(۳) تیسری تک بندی۔آپ لکھتے ہیں۔''تیسرے اس طرح بھی میں تین کو چار کرنیوالا ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندہ اولاد میں سے ہم صرف تین بھائی یعنی میں۔مرزا بشیر احمد صاحب اور مرزا شریف احمد صاحب حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان رکھنے کے لحاظ سے آپکے روحانی بیٹوں میں شامل تھے مرزا سلطان احمد صاحب آپکی روحانی اولاد میں شامل نہیں تھے۔۔۔۔۔۔چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح خدا تعالی نے مجھے تین کو چار کرنیوالا بنا دیا کیونکہ پہلے روحانی لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کی ذریت میں ہم صرف تین بھائی تھے مگر پھر تین سے چار ہو گئے۔''

(۴) چوتھی تک بندی۔الموعود صفحہ ۱۹۲ پر آپ لکھتے ہیں۔''پھر اس لحاظ سے بھی میں تین کو چار کرنیوالا ہوں کہ میں الہام کے چوتھے سال پیدا ہوا۔۱۸۸٦ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ پیشگوئی کی تھی اور ۱۸۸۹ء میں میری پیدائش ہوئی۔۱۸۸٦ء ایک،۱۸۸۷ء دو،۱۸۸۸ء تین،اور ۱۸۸۹ء چار۔گویا تین کو چار کرنیوالی پیشگوئی میں یہ خبر بھی دی گئی تھی کہ میری

پیدائش پیشگوئی سے چوتھے سال ہوگی اور اس طرح میں تین کو چار کرنیوالا بنوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی ہوئی اور ۱۸۸۹ء میں اس پیشگوئی کے عین مطابق میری ولادت ہوئی۔''

(۵) پانچویں تک بندی۔ ایک صاحب نے ایم ٹی اے پر تقریر کرتے ہوئے یہ کہا کہ پہلے (۱) عیسوی (۲) ہجری (۳) بکری تین کیلنڈر تھے۔ خلیفہ ثانی نے ایک اور ہجری شمسی کیلنڈر ایجاد کر کے تین کو چار کر دیا۔ سبحان اللہ

تین کو چار کرنے کے سلسلے میں یہ تو تھیں خلیفہ ثانی کی اپنی تک بندیاں اور مقصد ان کا یہ تھا کہ ہر حال میں پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق میں ہی بنوں۔ کیا یہ سب تک بندیاں اس بات کا ثبوت نہیں کہ الہامی پیشگوئی آپکے اعصاب پر سوار تھی؟ محمودیت سے تعلق رکھنے والے بعض افراد نے خلیفہ ثانی کی خوشنودی کیلئے ایک اور تک بندی یہ لگائی ہے کہ چونکہ خلیفہ ثانی نے ربوہ کی بنیاد رکھ کر تین کو چار اس طرح کر دیا کہ (۱) مکہ (۲) مدینہ (۳) قادیان (۴) اور ربوہ۔ تین کو چار کرنے کے سلسلہ میں یہ تھی تک بندیاں خلیفہ ثانی اور دیگر افراد جماعت کی۔ میں نے ان سب باتوں کو اسلئے تک بندیاں کہا ہے کہ تین کو چار کرنے کا کوئی ایک ہی معاملہ ہوسکتا ہے۔ پھر دوسری باتیں از خود تک بندیاں بن جائیں گی۔ اگر کوئی صاحب شعور غیر از جماعت انسان اس ساری کاروائی کو پڑھے گا تو وہ بیچارہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جائیگا اور سوچے گا کہ انسانی نفس بھی عجیب شئے ہے کہ وہ تین سے چار کو کس کس رنگ میں کروا دیتا ہے۔ متذکرہ بالا تک بندیوں کے متعلق خلیفہ ثانی کا اپنا بیٹا اور چوتھے خلیفہ کا ارشاد بھی حاضر ہے۔ آپ ایک مجلس علم و عرفان میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''(سوال کنندہ) درخواست یہ ہے کہ مخالفین جو ہیں ان کا یہ دعوی ہے کہ قیام پاکستان (مصلح موعود۔ ناقل) کے بارے میں جو پیشگوئیاں فرمائیں ان میں ایک پیشگوئی یہ ہے کہ وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ کیا یہ پیشگوئی حضرت مرزا سلطان احمد کی شکل میں پوری ہوئی یا کسی اور رنگ میں؟

(خلیفہ رابع) مختلف جو احمدی سوچ بچار والے ہیں انہوں نے کوشش کی ہے اس پیشگوئی کے اور پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالنے والی (کی)۔ کئی لوگوں کو تو اس حد تک یہ جنون رہا کہ تین شادیوں کو چار شادیاں کرنیوالا، ثابت کرنیوالا ثابت کرنے کیلئے انہوں نے بہت زور لگایا کہ مراد یہی ہے۔ لیکن میرے خیال میں تو دراصل جو آپ نے دوسری بات کی ہے وہی غالباً ٹھیک ہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو آئے۔ وہ بعد میں آئے اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے پیچھے پیچھے آئے۔ یہ جو تین کو چار کرنے والا معاملہ ہے اس کا تعلق ان دونوں واقعات سے ہوسکتا ہے ایک تو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا تشریف لانا تو سوال یہ ہے وہ تین کو چار کیسے کیا انہوں نے۔ جو اس وقت موجود تھے بھائی وہ چاروں تھے۔ تھے کہ نہیں؟ تو مرزا سلطان احمد صاحب کے آنے سے تو چار پورے نہیں ہوتے۔ پانچ ہو جاتے ہیں۔ اگر مرزا سلطان احمد صاحب کو مرزا عزیز احمد کے آنے کو کہا جائے تو وہ بھی اس پہلو سے وہی بات بنتی ہے۔ تو کہنے والے کیا کہتے ہیں آپکے خیال میں آپ نے جو تجویز کی ہے تو کیا مراد تھی اس سے؟

(سوال کنندہ۔ یہ مراد کہ بیعت کر کے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب جو حضرت مصلح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اس اعتبار سے حضور)

(خلیفہ رابع) نہیں داخل تو ہوئے ہیں وہ الگ پیشگوئی ہے تائی آئی وغیرہ اس قسم کی۔ تین کو چار کرنے والے مضمون کا اس سے کیا بنے گا؟

(سوال کنندہ۔ حضور بہتر جانتے ہیں۔)

(خلیفہ رابع) میں نے بہت زور لگایا اپنی طرف سے۔ مجھے دوسری پیشگوئیاں دکھائی دے دیتی ہیں۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے متعلق حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے متعلق الہامات بھی ہیں۔ پیشگوئیاں بھی ہیں۔

مگر جن سکالرز نے اس کو تین اور چار والی بات بیان کی ہے اگر کوئی کی ہے تو مجھے اسکی پوری سمجھ نہیں آسکی۔ اسلئے یہ پیشگوئی ایک مبہم سی پیشگوئی رہے گی اور اسی پر چھوڑنا پڑے گا۔ وفات سے پہلے تک تو آپ تین کو چار بیویوں کے لحاظ سے نہیں کر سکے۔ اگر تو چار بیویاں پیچھے چھوڑتے تو پھر ہم کہتے کہ وفات تک یہ تین کو چار کرنے والا سلسلہ جاری رہے گا۔ اور یہ اتنے بڑے عظیم الشان الہام کے شایان شان بھی نہیں ہے کہ بیویوں کا ذکر چلے۔ اس لئے میں تو غور و فکر کے بعد اسکو متشابہات کے ذیل میں لیتا ہوں۔ جس کے مختلف معنی سوچے جاسکتے تھے۔ مگر سمجھ نہیں آئی کہ کیا ہیں؟ عین ممکن ہے کہ اس الہام کا تعلق آئندہ زمانے سے ہو اور وہ کس طرح ہوگا؟ حضرت مصلح موعود کے وصال کے بعد ایک عرصے کے بعد اگر یہ کسی رنگ میں پورا ہو جائے تو یہ سوچا جاسکتا ہے۔ اور پھر حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کے متعلق بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کچھ؟

(اس میں تین کو چار کرنے والا سلسلہ نہیں ملتا / مجیب راشد)

اس میں تو نہیں ملتا۔ حضرت مرزا مبارک احمد صاحب تو پانچویں تھے۔ ہیں ناں۔ ٹھیک ہے تو وہی بات ہے جو دماغ کو دوڑائیں جہاں مرضی پھیرائیں۔

اس پیشگوئی کی پوری سمجھ نہیں آتی اور آئندہ زمانے میں کسی وقت اگر یہ پوری ہو تو اس وقت پھر جس طرح چاند چڑھ جاتا ہے کھل کر اس طرح پوری ہوگی کہ صاف سمجھ آجائے گی۔

کیونکہ آپ تین خلفاء کو چار کرنے والے بھی نہیں تھے۔ چوتھا تو میں ہوں۔ اسلئے اس سے اس کا تعلق کوئی ہے کہ نہیں اس پر بھی زور ڈالیں۔
(ایک تنخواہ دار مولوی بیچارہ۔ بعض لوگ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی آمد سے اسلام کے تین مرکز ہو گئے تھے اور حضرت مصلح موعود نے چوتھا مرکز ربوہ بنا دیا) نہیں نہیں۔ یہ جو آخری بات جو میں نے کی ہے (اپنی بات۔ ناقل) یہ کچھ دل کو لگتی ہے۔ چونکہ مصلح موعود کی نسل میں سے ہوں اور چوتھا ہوں تو اسکی وساطت سے تین خلفاء کو چار کرنیوالا لڑکا پیدا ہوگا۔ جو میں ہوں۔ یہ Logically ٹھیک لگتی ہے بات۔ سمجھ گئے ہیں۔ اسکے سوا اور کوئی بات بھی۔ ہر طرح میں نے سوچ کر دیکھا ہے Logically ٹھیک نہیں بنتی۔ جب اس پہ آتا ہوں تو نفس کی، جو اپنے نفس کی کیفیت ہے۔ وہ اجازت نہیں دیتی۔ کہ اس پر کھل کر بات کروں۔ اور وہی حساب دماغ میں آتا ہے۔

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا فضل ۔ پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

تو یہاں پہنچ کر پھر اور کوئی پیش نہیں جاتی۔'' (مجلس علم و عرفان مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء)
اس سوال و جواب سے درج ذیل نتائج نکلتے ہیں۔
(۱) خلیفہ رابع اور خود ساختہ مصلح موعود کا یہ بیٹا تسلیم کرتا ہے کہ الہامی پیشگوئی کی اس علامت کے متعلق اب تک جو گمان کیے گئے ہیں، یہ سب تک بندیاں تھیں۔ یہ پیشگوئی ایک مبہم سی پیشگوئی ہے اور اسکی حقیقت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ میری عرض ہے کہ نفس پرستی اور دنیا طلبی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خلیفہ ثانی اور اسکی اولاد نے یہ سب حدیں توڑ دیں۔ کم از کم تقویٰ کی راہ پر چلتے اور یہ سوچتے کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں اس علامت کے معنی کچھ اور ہوں اور اس طرح یہ تک بندیاں نہ کرتے۔ ان تک بندیوں نے حضورؑ کی اس پیشگوئی کو نہ صرف تماشا بنا دیا بلکہ آپؑ کی سچائی کو بھی۔ خلیفہ ثانی کو احباب جماعت ''ذہین و فہیم'' بنائے ہوئے ہیں۔ کیا اس ذہین و فہیم کو یہ پتہ نہ چلا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے تینوں جسمانی فرزند تو اس پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ ہی میں نہیں آتے؟ تو پھر ان تک بندیوں کا کیا تک؟
(۲) خلیفہ رابع نے احباب جماعت کے آگے ایک نیا نکتہ رکھ دیا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ چونکہ میں چوتھا خلیفہ ہوں لہذا اس رنگ میں بھی سوچ کر دیکھو کہ کہیں تین کو چار کرنیوالا میں ہی تو نہیں؟ میرا احباب جماعت سے سوال ہے کہ کیا یہ علامت کوئی فٹ بال تھا کہ جس کے قابو میں آیا وہ لیکر دوڑ پڑا۔
(۳) خلیفہ رابع کے بقول آئندہ زمانہ میں جب الہامی پیشگوئی کی یہ علامت پوری ہوگی تو پھر تمام شبہات دور ہو جائیں گے اور حقیقت اس طرح واضح ہوگی کہ جس طرح چاند چڑھ جاتا ہے۔
خلیفہ ثانی اور اسکے تابع خلفاء اور ساری جماعت اب تک پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ ''زکی غلام'' کی اس علامت سے متعلق صرف اندازے ہی لگاتی رہی۔ اور حیرت ہے اسکے باوجود خلیفہ ثانی مصلح موعود تھے۔ وہ مصلح موعود کس طرح ہو سکتے ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے اس علامت کا علم ہی نہ بخشا۔ وہ پیشگوئی پر قبضہ تو کر بیٹھے لیکن اس علامت کے متعلق پھر ڈھکوسلے لگاتے رہے۔ یاد رکھیں حضرت مسیح موعودؑ پر تو یہ پیشگوئی الہام ہوئی تھی اور پیشگوئی میں بیان فرمودہ اس علامت کے بارے میں آپؑ کا حق تھا کہ آپ اسکے بارے میں اپنا اجتہادی خیال ظاہر فرماتے لیکن دوسرے لوگوں کو اس معاملہ میں تک بندیاں لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ اور خلیفہ ثانی نے تو کمال کر دی۔ میں اس ضمن میں عرض کرتا ہوں کہ ''تین کو چار کرنیوالا'' سے متعلق حضورؑ کا جو اجتہادی خیال تھا اللہ تعالیٰ نے اسکے مطابق ضرور آپؑ کو چار فرزند عطا فرما کر ایک رنگ میں اس پیشگوئی کو پورا فرما دیا۔ لیکن یہ بھی ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ اس الہامی پیشگوئی کے اصل مصداق کو ضرور الہاماً اسکے اصل معنی سے آگاہ فرماتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے بار بار بتایا کہ تین کو چار کرنے کا صرف یہی مطلب نہیں تھا جو حضورؑ نے بیان فرمایا تھا بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ دنیائے علم میں بعض علمی نظریات کے سلسلہ میں اہل علم حضرات کا تین پر اتفاق ہوگا اور حضورؑ کا یہ روحانی فرزند اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ان علمی نظریات کو تین سے چار کر دیگا۔ اور اس طرح دنیائے علم میں وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ اسکی تفصیل میری کتاب کے حصہ دوم میں موجود ہے۔ میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اولاً عام طور پر سائنس میں مادے کی تین حالتیں پڑھائی جاتی ہیں۔ (ٹھوس، مائع اور گیس) جو کہ غلط ہے۔ مادے کی تین حالتیں نہیں بلکہ چار حالتیں (۱) ٹھوس (۲) ٹھائع (۳) مائع (۴) اور گیس ہیں۔ ثانیاً اسی طرح اب تک (۱) انسان (۲) حیوانات (۳) نباتات کو جاندار اشیاء خیال کیا جاتا تھا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مادی اشیاء کی چوتھی حالت (۴) جمادات بھی زندہ وجود ہیں لیکن انسانوں کو انکی زندگی کا شعور نہیں۔ میں لوگوں کو بتاتا ہوں کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی اس علامت ''اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا'' کی یہی حقیقی روح تھی۔ اب خلیفہ رابع کے بقول چاند تو چڑھ گیا لیکن یہ چاند انہیں پسند نہ آیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاند انکی خواہش نفس کے برخلاف چڑھایا تھا۔
الموعود کے صفحہ ۱۹۳ پر ''تیسرا اعتراض'' کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں۔
''ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ مامور کی پہلی زندگی پر اعتراض نہیں ہوتے لیکن میاں صاحب کی زندگی پر بڑے بڑے اعتراض ہوئے ہیں۔ انکے دوست اور انکے نہایت مخلص مرید ایک دو نہیں، بیسیوں کی تعداد میں ان پر نہایت گندے الزام لگاتے رہے ہیں۔'' خلیفہ ثانی اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

’’میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنے خیال میں یہ دلیل میرے خلاف دی ہے لیکن ہے میرے حق میں ۔اسلئے کہ حضرت مسیح موعودؑ آنیوالے کے بارہ میں لکھتے ہیں ۔☆تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے ۔یا بعض دھوکا دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے ۔☆ (الوصیت حاشیہ صفحہ ۸)‘‘

اس ضمن میں میری اولین گذارش یہ ہے کہ جن گندے الزامات کا ذکر مولوی محمد علی صاحب نے کیا ہے انکی حقیقت کو صرف اللہ تعالی یا خلیفہ ثانی یا وہ لوگ جنہوں نے یہ الزامات لگائے ہیں جانتے ہونگے ۔اور دوسرا کوئی نہیں جانتا ۔کیونکہ آنحضورﷺ کے فرمان کے مطابق (لیس الخبر کالمعا ینۃ) نہیں ہے سنی سنائی بات خود دیکھنے کی طرح ۔

ثانیاً ۔یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالی اصلاح خلق کیلئے کھڑا کرتا ہے وہ دعوی سے پہلے اپنے اپنے ماحول میں صادق کے نام سے پکارے جاتے ہیں ۔لوگ انکی شرافت اور تقوی شعاری کی گواہی دیتے ہیں ۔دنیا میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں مل سکتی کہ ایک شخص کو اللہ تعالی نے اصلاح خلق کیلئے کھڑا کیا ہو اور اسکے ماحول میں لوگوں نے اسکے دعوی سے پہلے اسکے کردار پر گندے الزامات لگائے ہوں ۔

ثالثاً ۔یہ جو حضورؑ نے فرمایا ہے ۔☆تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے ۔یا بعض دھوکا دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے ۔☆ حضورؑ کے ان الفاظ سے یہ قطعاً مراد نہیں ہے کہ اس موعود انسان کے متعلق ایسا امکان ہو سکتا ہے کہ اسکے دعوی سے پہلے اس کے کردار کے بارے میں اسکے خلاف گندے الزامات لگے ہونگے ۔بلکہ حضورؑ کی مراد یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالی اس انسان کو ایسے لوگوں میں سے کھڑا کر دے جو عوامی اور گمنام ہوتے ہیں اور جن کی طرف لوگوں کی ذرہ بھر بھی نظر نہیں ہوتی ۔جیسا کہ آپؑ اپنے متعلق فرماتے ہیں ۔

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر ۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی ۔ میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اور پھر ایسا آدمی جو عوامی ہو اور جس کو یہ پتہ ہی نہ ہو کہ اللہ تعالی آئندہ زمانہ میں میرے ساتھ کیسا سلوک فرمانے والے ہیں ۔اور نہ ہی اسکے ماحول اور گھر میں اسکے متعلق ایسا کوئی وہم و گمان ہو ۔تو ایسی حالت اور ایسے ماحول میں زندگی گزارنے والے شخص کے متعلق بعض اوقات بعض دھوکہ دینے والے خیالات لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو سکتے ہیں ۔اب تک جتنے بھی انبیاء اور رسل اس دنیا میں اصلاح خلق کیلئے اللہ تعالی نے مبعوث کیے ہیں ان پر انکے زمانہ کے لوگوں کا اولین اعتراض یہی تھا کہ وہ عوامی تھے اور لوگوں کی نظر میں انکی کوئی حیثیت نہیں تھی ۔میں اپنی مثال پیش کرتا ہوں ۔یقیناً اللہ تعالی نے اس عاجز کو اپنی رحمت کا نشان بنایا ہے اور اس میں میرے لئے کوئی شک کی گنجائش نہیں ۔جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں کہ میں جس گھر اور جس ماحول میں پیدا ہوا ،اس میں تو میرے جیسا کوئی انسان ایسے کسی واقعہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ۔اور پھر بچپن ہی سے میری زندگی ایسی محرومیوں میں گزری کہ میں کسی استاد سے باقاعدہ عربی قواعد کے مطابق قرآن مجید ناظرہ بھی نہ پڑھ سکا ۔اپنے طور پر دوران تعلیم کوشش کر کے قرآن مجید پڑھنا سیکھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ میری قرات عربی قواعد کے مطابق بالکل صحیح نہ ہو ۔اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی اپنی کسی بندے کو اپنی کسی ’’رحمت کا نشان‘‘ بنانا چاہے تو اس کیلئے تو کوئی پابندی نہیں ہے کہ وہ ضرور کسی ایسے انسان کو ہی اپنی ’’رحمت کا نشان‘‘ بنائے جو عربی جانتا ہو اور جس نے باقاعدہ کسی اہل زبان یا کم از کم کسی استاد سے قرآن مجید پڑھا ہو؟ اب میرا کسی استاد سے قرآن مجید پڑھا ہوا نہ ہونا اور میری قرات اہل زباں ایسی نہ ہونا بعض لوگوں کیلئے جائے اعتراض ہو سکتا ہے ۔اور ایسی ہی بشری کمزوریوں کے متعلق حضورؑ نے یہ لکھا ہے ۔☆تمہیں یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت میں ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے ۔یا بعض دھوکا دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے ۔☆ نہ کہ حضورؑ کے الفاظ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اس موعود شخص کے دعوی سے پہلے اسکے کردار کے متعلق بعض نہایت گندے الزامات بھی لگے ہوں گے ۔

الموعود کے صفحہ ۱۹۴ پر ’’چوتھا اعتراض‘‘ کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں ۔

’’ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنیوالے کی نسبت لکھا ہے کہ ۔☆ میں تیری جماعت کیلئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اس کو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا ۔(الوصیت حاشیہ صفحہ ۸) ☆

گویا وہ موعود الہام الہی سے کھڑا ہوگا اور ماموریت کا مدعی ہوگا ۔نہ یہ کہ خلافت کی طرح اس کا انتخاب ہو جائے گا ۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔☆ اللہ تعالی اس کو اپنے امر سے کھڑا کرے گا ۔پس اس کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا نشان یہ ہوگا کہ وہ مامور ہوگا ۔☆‘‘

میں اس ضمن میں عرض کرتا ہوں کہ اپنے ان الفاظ میں مولوی محمد علی صاحب حضورؑ کے الفاظ کی یہ تشریح کر رہے ہیں کہ وہ موعود شخص وحی الہی کے ساتھ کھڑا ہوگا اور اللہ تعالی اسے کھڑا کرے گا تب وہ کھڑا ہوگا ۔سب لوگ جانتے ہیں کہ آنحضرتﷺ بھی کھڑے ہوئے تھے اور آپکے بعد ابوبکر صدیقؓ بھی کھڑے ہوئے تھے ،اب سوال یہ ہے کہ آنحضرتﷺ

کے کھڑا ہونے اور ابوبکر صدیقؓ کے کھڑا ہونے میں کیا کوئی فرق نہیں تھا؟ سب جانتے ہیں کہ فرق تھا۔ اور یہی فرق حضرت مہدیؑ اور مولوی نورالدینؓ کے کھڑا ہونے میں تھا۔ اور یہ فرق یہ تھا کہ اولالذکر دونوں مقدس وجود وحی الٰہی کیساتھ کھڑے ہوئے تھے اور موخرالذکر دونوں مقدس وجود بذریعہ انتخاب کھڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وصیت میں ''زکی غلام یعنی مصلح موعود'' کے متعلق یہ وضاحت فرمائی ہے کہ ''وہ روح القدس پا کر کھڑا ہوگا'' نہ کہ کسی انتخاب کے نتیجہ میں۔ اب سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ خلیفہ ثانی ۱۹۱۴ء میں وحی الٰہی کیساتھ کھڑے ہوئے تھے یا کہ لوگوں نے منتخب کیے تھے۔ الموعود کے صفحہ ۱۹۶ پر ''پانچواں اعتراض'' کے عنوان کے تحت آپ لکھتے ہیں۔

''ایک اعتراض مولوی صاحب نے یہ کیا ہے کہ مجھے خواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ میں مصلح موعود ہوں یہ تو میں نے اجتہاد کیا ہے۔''

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خواب کی حقیقت کا ذکر تو میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہونے والے کلام الٰہی میں پیشگوئی مصلح موعود کے دائرہ سے ہی باہر کر دے تو پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو مصلح موعود کا الہام یا خواب کیسے دکھا سکتا ہے؟

الموعود کے صفحہ ۱۹۷ پر ''چھٹا اعتراض'' کے عنوان سے آپ مولوی محمد علی کے اعتراض کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں۔

''ایک اعتراض مولوی صاحب کا یہ ہے جو پہلے بھی کئی دفعہ کر چکے ہیں۔ کہ خوابوں کا کیا ہے خوابیں تو کنچنیوں کو بھی آ جایا کرتی ہیں۔''

خوابوں کی ماہیت کے متعلق حضورؑ کا جو فرمان ہے، میں پہلے لکھ آیا ہوں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ خواب نفسانی، شیطانی اور رحمانی ہوا کرتے ہیں اور انکی تعبیر کا انحصار خواب بین کے حالات پر ہوتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کے ساتویں اور آٹھویں اعتراضات اور انکے خلیفہ ثانی کے جوابات کا موضوع چونکہ علمی نہیں ہے لہٰذا انہیں چھوڑتا ہوں۔

مولوی محمد علی صاحب کا نقطہ نظر۔

مولوی صاحب یہ تو مانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ مصلح موعود حضورؑ کا جسمانی فرزند نہیں تھا بلکہ وہ آپ کا کوئی روحانی فرزند ہے۔ اور یہ بات ہے بھی کلیۃً سچ۔ جہاں تک مصلح موعود کے ظہور کا تعلق ہے تو مولوی محمد علی صاحب اپنے رسالہ ''المصلح الموعود'' کے صفحہ ۶۱ پر اس طرح لکھتے ہیں۔ ''اور کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس طرح پر حضرت صاحب نے تین کو چار کرنیوالے میں چوتھا مہینہ چوتھا دن اور چوتھا گھنٹہ مراد سمجھا ہے چوتھی صدی ہی مراد ہو۔ اور اس طرح پر وہ مصلح موعود تین صدیوں کو چار کرنے والا بھی ہو یا تین نسلوں کو چار کرنیوالا ہو'' ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ مصنف کا خیال ہے کہ موعود مصلح تیسری اور چوتھی نسل یا تیسری اور چوتھی صدی کے سنگم پر ظاہر ہوگا۔ لیکن اس خیال کے حق میں حضورؑ کے کلام اور الہام میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ ویسے بھی حضورؑ جس مصلح موعود کو اپنا جسمانی فرزند خیال کر کے اپنی جسمانی اولاد میں ڈھونڈتے رہے اسکے متعلق آپ یہ کس طرح لکھ سکتے تھے کہ وہ تیسری اور چوتھی نسل یا تیسری اور چوتھی صدی کے بعد ظاہر ہوگا۔ ثانیاً۔ تین کو چار کرنے کا تعلق کسی نسل یا صدی سے نہیں بلکہ جیسا کہ میں پہلے ہی ذکر کر آیا ہوں کہ اس علامت کا تعلق بعض علمی نظریات سے ہے جنہیں وہ تین سے چار میں بدل دے گا۔ ثالثاً۔ مولوی صاحب کا یہ بھی خیال تھا کہ جب احمدیت عیسوی سلسلہ کی مانند تین سو سال کے بعد غالب آ جائے گی تب اس غلبہ کے بعد وہ موعود مصلح ظاہر ہوگا۔ ایسا قیاس بھی صریحاً ایک مغالطہ ہے اور حضورؑ کے کلام اور الہام میں اس کا کوئی شائبہ تک نہیں ملتا۔ اور ایسے خیال سے مزید یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام اور احمدیت دنیا میں غالب آ جائے گی تو پھر اس غلبے کے بعد مصلح موعود نے ظاہر ہو کر کیا کرنا ہے اور اسکے ظاہر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ غلبہ اسلام اور احمدیت کا تعلق تو اس مصلح موعود کے وجود کیساتھ ہے۔ جیسا کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے علاوہ حضورؑ کے ۱۸ فروری ۱۹۰۷ء کے الہامات سے ظاہر ہے۔ ''(۱) کل الفتح بعدہ (۲) مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ یعنی ایک نشان ظاہر ہوگا جو تمام فتوحات کا مجموعہ ہوگا اور اس وقت حق ظاہر ہو جائے گا اور حق کا غلبہ ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا۔'' (بدر جلد ۶ نمبر ۸ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۳۔ بحوالہ تذکرہ صفحہ ۵۸۸) بہر حال یہ مولوی صاحب کے ذاتی قیاسات اور خیالات تھے اور امر واقع یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مصلح موعود کو آنحضرت ﷺ کے مبارک ارشاد کے مطابق گذشتہ مجددین کی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آئندہ پندرھویں صدی ہجری کے سر پر ظاہر کرے گا۔

الہامی پیشگوئی کا ثبوت!

اب میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی حقیقت یا ''نیکی خدا ہے'' کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ مضمون میری کتاب کے حصہ دوم پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ میں نے یہ مضمون اپنے دعویٰ مصلح موعود کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ''نیکی خدا ہے'' الحمدللہ ایک جامع الٰہی نظریہ ہے۔ یہ مضمون پچھلے سال پاکستان میں بھی کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔ بہت سارے اہل علم حضرات نے انفرادی طور پر اس کتاب کے متعلق مجھے اپنی خوشنودی سے نوازا ہے۔ تجزیہ نگار محترم نذیر حق صاحب میری کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

﴾ ''نیکی خدا ہے'' عبدالغفار جنبہ کی فلسفیانہ تصنیف ہے جس میں انہوں نے نیکی کی ماہیت، نیکی علم ہے اور نیکی خدا ہے، کے تین عنوانات کے تحت بحث کے بعد اس بات کو بخوبی ثابت کیا ہے کہ ''نیکی خدا ہے''۔ مصنف کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے، مسلمان مفکرین نے قرآن حکیم کا مطالعہ یونانی فلسفہ کی روشنی میں کیا ہے حالانکہ قرآن پاک خداتعالی کی عظیم اور کامل ومکمل کتاب ہے جس میں ہر قسم کی بھلائی اور ہر قسم کا سچا فلسفہ موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ یونانی اور دیگر ہر قسم کے فلسفوں کا مطالعہ قرآن حکیم کی روشنی میں کیا جاتا اور ان فلسفوں کو قرآن حکیم کی روشنی میں جانچ پرکھ کر علم وحکمت کے گوہر چنے جاتے۔ مصنف نے فلسفیانہ فکر وتفکرات، متکلمین کے مختلف مکاتب فکر اور انکے ''فکر'' پر بھی بحث کی ہے اور ''نیکی'' کیا ہے؟ جیسے دقیق اور مشکل سوال کا جواب دیا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے بعض قدیم اور غیر مسلم فلاسفہ کی رائے بھی دی ہے اور اس پر اپنے انداز میں بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نیکی ایک ''محیط کل نور'' ہے، لامحدود ہے، اللہ ہے۔ مصنف نے جو مباحث کئے، جو نتائج اخذ کئے اور ''نیکی خدا ہے'' کے نظریہ کو جس طرح ثابت کیا ہے وہ بہت خوب ہے لیکن ان مباحث میں مصنف نے غالباً اعلی تعلیم یافتہ لوگوں کو ذہن میں رکھ کر بات کی ہے کیونکہ ان دقیق علمی مباحث کو پاکستان میں بسنے والا عام شہری جو کم علم ہے، مگر نیکی سے محبت رکھتا ہے، شاید ہی سمجھ سکے اور جہاں تک اعلی تعلیم یافتہ طبقے کا تعلق ہے تو اس کا بڑا حصہ نیکی کے بارے میں اپنے خیالات وتصورات کو ہی افضل تصور کرتا ہے۔ بہر حال یہ کتاب چونکہ فی سبیل اللہ تقسیم کی جا رہی ہے، اسے پڑھنے والے ضرور اس سے اثر قبول کریں گے اور عبدالغفار صاحب کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔ ﴿ (روزنامہ پاکستان، سنڈے میگزین ''زندگی''، ۲۲ اگست تا ۲۸ اگست ۲۰۰۴ء)

محترم قارئین! محترم نذیر حق صاحب مجھے بالکل نہیں جانتے۔ انہوں نے میری کتاب کے تعارفی تبصرہ میں جو کچھ لکھا ہے قطعی طور پر غیر جانبدار ہو کر لکھا ہے۔ اس موضوع کے متعلق آپ نے بہت ساری کتابیں دنیا میں دیکھی ہونگی لیکن اس نظریہ میں جس رنگ میں ہستی باری تعالی کا علمی اثبات کیا گیا ہے، ایسا ثبوت آپکو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔ عقلی بحث کو قرآنی آیات کا لباس پہنا کر عظیم قرآن مجید کی عظمت اور دین اسلام کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب بذریعہ تبلیغ مذہبی ترقی ہوتی تھی لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج علمی سیف کا زمانہ ہے اور کوئی مذہب آج بذریعہ علم ہی غالب آ سکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالی نے اپنے کلام میں اپنے دین اسلام کے غلبہ کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اور یہ وعدہ یقیناً سچا ہے۔ ممکن نہیں کہ اللہ تعالی کے اس وعدہ میں تخلف ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آج یہ غرض بطریق احسن اس الہی نظریہ میں پوری ہو چکی ہے۔ اور اس طرح ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے یہ الفاظ یا اسکی غرض وغایت ''اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفے کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔'' کیا پورے نہیں ہوئے؟

اب ایک اور دوسرے رخ سے اس الہی نظریہ پر روشنی ڈالتا ہوں۔ نیکی کیا ہے؟ یہ سوال تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے سقراط نے اٹھایا تھا۔ لیکن سقراط اپنی زندگی میں لوگوں کی صرف اتنی راہنمائی کر سکا کہ ''نیکی علم ہے''، یعنی نیکی اور علم دونوں ایک ہی حقیقت یا سچ کے دو نام ہیں۔ لیکن نیکی کیا ہے؟ یعنی ''نیکی کی ماہیت'' کے متعلق وہ اپنی زندگی میں کچھ بتا نہ سکا۔ سقراط اپنے شاگرد افلاطون کی کتاب ''مینو'' کے آخر میں فرماتا ہے:۔

﴾ سقراط: میں اسکی مدد نہیں کر سکتا۔ ہم کسی دوسرے وقت میں اس سے بات کریں گے۔ اگر وہ سب جو ہم نے اس بحث میں کہا ہے اور سوالات جو ہم نے پوچھے ہیں، ٹھیک ہیں تو نیکی کا علم نہ تو فطری طور پر اور نہ ہی بذریعہ تعلیم حاصل کیا جا سکے گا۔ جس کسی نے بھی اسے حاصل کیا بغیر غور وفکر کے فضل الہی کے طور پر حاصل کیا۔ جیسے نہ کہ وہ ایک سیاستدان کی طرح جو اپنی طرح کا ایک اور پیدا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے تو پھر اسکو زندہ لوگوں میں ایسے ماننا پڑے گا جیسا کہ ہومر (Homer) نے کہا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں میں ٹائرسیاس (Tiresias) اور صرف اسی کو پتہ چلتا ہے کہ وہ ہے ''جبکہ دوسرے اڑتے ہوئے سائے ہیں''۔ جہاں تک نیکی کے علم کا تعلق ہے تو ایسا شخص بالکل اس جیسا ہوگا جس طرح سایوں کے درمیان ایک مجسم حقیقت۔

مینو: سقراط نے یہ عمدگی کیساتھ بیان کیا ہے۔

سقراط: ہمارے موجودہ استدلال سے پھر جس کسی نے بھی نیکی کا علم پایا اسے یہ فضل الہی کے طور پر ملا۔ لیکن ہم اس معاملہ کی سچائی کو اس وقت تک نہیں سمجھیں گے جب تک ہم یہ نہ پوچھیں کہ لوگوں نے نیکی کا علم کیسے حاصل کیا؟ ہم یہ دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بذات خود نیکی کی ماہیت کیا ہے؟ ﴿ (پروٹوگوراس اور مینو، مصنف افلاطون، مترجم ڈبلیو۔ کے۔ سی۔ گودھاری صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷)

ان الفاظ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اولاً یہ کہ ''نیکی کی ماہیت'' کا علم دراصل رحمت اور فضل الہی ہے اور اس کا حصول ماسوا وحی اور الہام کے ممکن نہیں۔ ثانیاً یہ کہ سقراط زندگی بھر ''نیکی کی ماہیت'' پر غور وفکر کرتا رہا اور ماسوا ''نیکی علم ہے'' وہ اس پر کوئی روشنی نہ ڈال سکا۔ سقراط کوئی عام شخص نہ تھا بلکہ اپنے وقت کا دانش مند انسان تھا۔ بعض لوگ اسے پیغمبر بھی

مانتے ہیں اور بعض دیگر مصلح اور مجدد۔ بہر حال فلسفہ کی دنیا میں اسکی اتنی اہمیت ہے کہ اسکے وجود کیساتھ فلسفہ ''ماقبل سقراط'' اور ''مابعد سقراط'' میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ سسرو مارکس ٹلیئس (Cicero Marcus Tullius106.43 BC) رومن فلسفی اور مدبر سقراط کے متعلق لکھتا ہے۔

﴿سقراط پہلا انسان تھا جو فلسفہ کو آسمانوں سے نیچے لایا۔ اسے زمین پر شہروں میں مضبوتی کے ساتھ تخم ریز کیا۔ اسے لوگوں کے گھروں میں لایا تا کہ لوگ اپنی زندگیوں اور اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں۔﴾ (Cicero,Fragments V4,10 بحوالہ (انگریزی) سقراط اور ایتھنز مصنف، میگ پارکر صفحہ ۸۴)

اس کو عجیب اتفاق سمجھئے یا کوئی اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کہ جس ''زکی غلام'' کا وعدہ حضرت مرزا صاحبؑ کو بخشا گیا، اسکے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''کان اللہ نزل من السماء'' یعنی اسکے نزول کیساتھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ سقراط جس کا شمار عموماً دانش مندترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس نے تقریباً تیس برس کی عمر میں اپنے آپکو تشکیک کے خلاف جہاد اور نیکی اور سچائی کی محبت بیدار کرنے کیلئے وقف کیا تھا۔ اس نے نوجوانوں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کیا اور ان میں تحقیق و جستجو کی ایسی روح پھونکی جو انہیں علم اور نیکی کی طرف لے جانیوالی تھی۔ اس کا مشہور نظریہ علم بعد ازاں اہل علم حضرات کیلئے معمہ بن گیا۔ ہزاروں سال اس ''نظریہ علم'' پر غور و فکر ہوا لیکن انسانی مجرد عقل اس کا عقدہ حل نہ کرسکی اور اس طرح سقراط اور اس کا یہ نظریہ علم ہر دور میں علماء کیلئے پہیلی بنا رہا۔ اسی لئے پرنسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر آف فلاسفی گریگوری ولسٹاس (Gregory Vlastos) لکھتے ہیں۔

﴿ہمیں ایک انسان کا پتہ ملتا ہے جو مکمل طور پر پہیلی ہے۔ دیگر فلاسفہ نے پہیلی کے متعلق بات کی ہے۔ سقراط نے نہیں۔ سقراط بذات خود ایک پہیلی ہے۔﴾ (سقراط کا فلسفہ، (انگریزی) مصنف گریگوری ولسٹاس صفحہ ۴)۔

یہ بھی یاد رہے کہ کوئی بھی پہیلی بوجھنے سے پہلے مشکل ترین معمہ ہوا کرتی ہے اور بوجھنے کے بعد وہی پہیلی آسان ترین بات ہوجایا کرتی ہے۔ فلسفہ کے بیسویں صدی کے ایک مبصر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیس اپنی مشہور زمانہ کتاب ''یونانی فلسفہ کی تنقیدی تاریخ'' کے صفحہ ۱۴۹ پر لکھتے ہیں۔

﴿لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے نیکی کی تنہا شرط اس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطعی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جاسکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی قابل تعلیم ہونی چاہیے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو نیکی کے تصور کو جانتا ہو۔ نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور جو علم کا انمول جز ہے جس کو کسی مفکر نے دریافت نہیں کیا اور اگر کبھی وہ دریافت ہوگیا تو فوراً اسے پڑھایا جائے گا اور اس طرح انسان فوراً نیک ہوجائیں گے۔﴾

معزز قارئین! مجھے امید ہے کہ آپکو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ سقراط کا پیش کردہ ''نیکی کا تصور'' کتنا اہم ہے اور دوسرا یہ کہ اب تک کسی مفکر شرقی یا غربی نے اسے دریافت نہیں کیا۔ اور آج حضرت مرزا صاحبؑ کے موعود ''زکی غلام'' کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ''نیکی'' کے اس تصور کا کامل علم بخشا ہے جسے سقراط نے علم قرار دیا تھا۔ اور مزید دلچسپ اور اچنبھے کی بات یہ ہے کہ اسکے انکشاف کے دوران اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی مرکزی علامات پوری فرمادی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول و الاخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔''

میں یہاں وضاحت کرتا چلوں کہ ''وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔'' یہ الفاظ مشتبہ ہوسکتے ہیں اور ہر انسان اپنے ذوق کے مطابق کسی انسان کو ان الفاظ کا مصداق قرار دے سکتا ہے اور کسی کو نہیں۔ میں عرض کرونگا کہ اولاً ''سخت ذہین و فہیم'' ہونے سے مراد یہ ہے کہ جہاں ایک معمولی ذہن رکھنے والے شخص کو کچھ نظر نہیں آتا وہاں ایک غیر معمولی ذہین و فہیم شخص عجیب و غریب حقائق تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اسے الہام ہوا ہو۔ جیسا کہ نیوٹن کیساتھ ہوا۔ نیوٹن (Newton) نے ایک سیب کو گرتے دیکھا۔ نیوٹن سے پہلے اور لوگوں نے بھی اس واقعہ کو بے شمار مرتبہ دیکھا ہوگا۔ لیکن نیوٹن کو اس واقعہ سے ایک اشارہ ملا اور اسکی بنیاد پر اس نے کشش ثقل کا ایک بہت بڑا قانون دریافت کرلیا۔ مصلح موعود کو بھی ایسے ہی الہامات الٰہی نے سخت ذہین و فہیم بنانا تھا۔ اور الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی الہامات سے اس عاجز کو بھی نوازا ہے اور میں اسکے ثبوت میں اپنی کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کو پیش کرتا ہوں۔ ثانیاً۔ اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام کے ذہین اور فہیم ہونے کی نشانی اپنے الفاظ میں قائم فرمادی تا کہ لوگ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ڈھکوسلے نہ لگاتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے آگے فرماتا ہے۔ ''اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔''

اس علوم ظاہری اور باطنی سے کیا مراد تھا اس کا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ بالالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ نے اس موعود غلام کو اپنا ایسا کامل عرفان بخشنا تھا جسکے ساتھ اس نے اپنوں اور غیروں کا منہ بند کردینا تھا۔ اور کیا یہ مقصد میرے ''الٰہی نظریہ'' میں پورا نہیں ہوگیا؟ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول و الاخر۔ مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔'' تین کو چار کرنے کی میں پہلے وضاحت

کرآیا ہوں ۔ وہ اول اور آخر کا مظہر ہوگا اور حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا اور یقیناً اس کے نزول کیساتھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا ۔ یہ الہامی الفاظ بھی اس موعود غلام کے ذہین اور فہیم ہونے کی علامات ہیں ۔ یہ وہ علامات ہیں جو میرے ''جامع الٰہی نظریہ'' کی بنیاد ہیں اور یہی پیشگوئی مصلح موعود کی مرکزی علامات بھی ہیں ۔

الہامی پیشگوئی کے یہ وہ الفاظ ہیں کہ اگر یہ اپنی تدبیر اور چالاکی سے پورے ہو سکتے ہوتے تو مجھ سے پہلے اس پیشگوئی کے جتنے دعویدار گزرے ہیں، ان میں سے کم از کم مرزا بشیر الدین محمود احمد پیشگوئی کی ان مرکزی علامات کو ضرور پورا کر لیتا ۔ اور یہ وہ علامات ہیں جنکے ساتھ سقراطی ''نیکی کے تصور'' کا علم پیشگوئی کے مصداق کو دیا گیا ہے ۔ میرے الٰہی نظریہ میں جو ''نیکی کی ماہیت'' بیان کی گئی ہے کیا کوئی اسے جھٹلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔ قیامت تک تمام مخالفین کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے اور یہی میرے دعویٰ کا بنیادی ثبوت ہے ۔ یہ ثبوت میرا خود ساختہ نہیں بلکہ پیشگوئی کے الہامی الفاظ میں موجود ہے ۔ آپ فلسفہ کی تمام کتب پڑھ جائیں آپ کو ان میں ''نیکی کے اس تصور'' کا پتہ نہیں ملیگا اور مل بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ ''ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد'' ۔ ہزاروں سال سے مطلوب ''نیکی کے اس تصور'' کا علم اللہ تعالیٰ نے موعود غلام مسیح الزماں کو بخشا تھا تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے ۔ جناب دیکھا ہے آپ نے آج بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی روحانیت کا کمال؟ میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا ایسا عظیم الشان واقعہ وحی اور الہام کے بغیر ممکن ہے؟ اگر ہوتا تو ضرور کوئی ویسٹرن دانشور اس معمہ کو حل کر لیتا ۔

انسانی تخلیق کیساتھ حصول علم کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ۔ سقراط نے نہ صرف علم کی ماہیت (نیکی علم ہے) کا نظریہ پیش کیا بلکہ اسکے حصول کا بھی نظریہ پیش کیا یعنی ''نظریہ تصورات'' ۔ سقراط نے یہ تعلیم دی ہے کہ ''سب علم تصورات کے ذریعہ ملتا ہے'' ۔ سقراط نے تصور (concept) کا لفظ بمعنی تعریف (definition) استعمال کیا تھا ۔ بجا طور پر کسی شئے کا علم ہمیں اسکی تعریف سے ہی ملتا ہے ۔ جب ہم کسی شئے کی تعریف کرتے ہیں تو ہم اس شئے کی وہ صفات بیان کرتے ہیں جنکی موجودگی اسکے وجود کیلئے لازمی ہے یا بالفاظ دیگر تعریف میں صرف انہی صفات کو شامل کیا جاتا ہے جو کسی شئے کیلئے ضروری ہوتی ہیں اور جنکی عدم موجودگی میں وہ شئے وہ شئے نہیں ہو سکتی جو کہ وہ ہے ۔ مثلاً انسان کی تعریف ہم اس طرح کریں گے کہ انسان حیوان عاقل ہے ۔ انسان کی بہت ساری صفات ہیں لیکن حیوان ہونا اور عاقل ہونا اسکی تعریف کیلئے ضروری ہیں ۔ اگر کوئی شئے حیوان نہ ہو اور عاقل بھی نہ ہو تو ہم اسے انسان نہیں کہہ سکتے ۔ بقول ارسطو (Aristotle) تعریف علم کی ابتدا اور انتہا ہے ۔ جب ہم ایک تصور سے ایک دوسرے اعلیٰ تر تصور کی طرف اور وہاں سے مزید ایک اور اعلیٰ ترین تصور کی طرف بڑھتے ہیں تو اس دوران ہمارا علم ترقی کرتا ہے ۔ سائنس اور فلسفہ کی آخری منزل شعوری یا لاشعوری طور پر بلاشبہ ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور'' ہی ہے ۔ جیسا کہ ڈبلیو ۔ ٹی ۔ سٹیس لکھتے ہیں ۔

﴾ تمام سائنسز میں عمومیت کا رجحان یعنی بے شمار انفرادی حقائق سے ایک عمومی قانون اخذ کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے ۔ فلسفہ اس عمل کو انتہا تک لے جاتا ہے ۔ یہ حتی المقدور حد تک تعمیم سازی کرتا ہے ۔ یہ کوشش کرتا ہے کہ کائنات کی چند عمومی اصولوں کی روشنی میں تشریح کی جائے اور اگر ممکن ہو تو ایک ہی انتہائی اصول کی روشنی میں ﴿ (ایضاً صفحہ ۳)

''نیکی خدا ہے'' کیا یہ وہی ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور'' نہیں جسکی تلاش میں حضرت انسان سرگرداں ہے؟ یقیناً یہ وہی نظریہ ہے ۔ اگر کوئی انسان اسے جھٹلا سکے تو جھٹلا کر دکھائے ۔ اور حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور'' کو پیشگوئی مصلح موعود کا ثبوت بنا دیا ۔ مجھے امید ہے کہ اب احباب جماعت کو پتہ چل گیا ہوگا کہ میرا دعویٰ خیالی ہے یا کہ ایک ایسا حقیقی دعویٰ ہے جس کا میں ایک قطعی اور نا قابل تردید علمی اور الہامی ثبوت رکھتا ہوں ۔

الہامی پیشگوئی کی غرض و غایت!

(ا) پیشگوئی کی پہلی غرض یہ تھی کہ ۔ ''اے مظفر! تجھ پر سلام ۔ خدا نے یہ کہا ۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں ۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں ۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں ۔'' ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو فتح یاب فرما کر آپؑ پر سلامتی بھیجی ہے ۔ اور پھر فرمایا کہ بعض لوگ حیات جاوید کی خواہش کرینگے اور میں تیرے واسطے سے انکو زندگی دونگا ۔ اور وہ جو فوت ہو کر قبروں میں جا چکے ہیں اور انکے نام و نشان بھی مٹ چکے ہیں، تیرے واسطے سے وہ بھی باہر آ جائیں گے ۔ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ نے علم کی پیاس اور زندہ رہنے کی تڑپ مجھ میں رکھ دی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کی یہ الہامی دعا ''اے ازلی ابدی خدا ! مجھے زندگی کا شربت پلا ۔'' مجھ سے سجدہ میں کروائی ۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر مجھے یحییٰ بنا دیا ۔ اور اس طرح اولاً ۔ ایک تو پیشگوئی کے یہ الفاظ میرے وجود میں پورے فرمائے ''تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں ۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں ۔'' اور ثانیاً ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وہ بشارت جو حضورؑ کو ۶ ، ۷ نومبر ۱۹۰۷ء کو بخشی تھی کہ '' انا نبشرك بغلام اسمه يحيىٰ ۔ میں تجھے ایک غلام کی بشارت دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے ۔'' پوری فرما دی ۔ ''اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں ۔'' اس ضمن میں عرض ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کسی کو ''نشان رحمت'' بناتا ہے تو پھر نہ صرف وہ شخص یحییٰ بنتا ہے بلکہ جن کا وہ چشم و چراغ ہوتا ہے ۔ اور وہ جو فوت ہو کر قبروں میں جا چکے ہوتے ہیں وہ بھی باہر آ جاتے ہیں ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے

مطابق اپنا مہدی اور مسیح بنایا۔ یہ اللہ تعالی کا فضل اور اسکی رحمت تھی جو امت محمدیہ میں آپکے شامل حال ہوئی۔اور اس رحمت کی وجہ سے آپکے آباؤاجداد نہ صرف مرزا ہادی بیگ بلکہ مورث اعلی قراچار نامی جنہوں نے چھٹی صدی ہجری میں اسلام قبول کیا تھا، تک سب قبروں سے باہر آ گئے۔آپؑ کے زندہ ہونے سے نہ صرف وہ سارے وفات یافتہ قبروں سے باہر آ گئے بلکہ آپکی آئندہ نسلیں بھی قیامت تک زندہ ہو گئیں اور آپ سے ایک نئے خاندان کی بنیاد پڑ گئی۔الہامی پیشگوئی کے ان الفاظ ''خدا نے یہ کہا۔تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں'' کے مصداق خلیفہ ثانی کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ بھی اور آپکے اباؤاجداد پہلے ہی حضرت مہدیؑ کی بدولت زندہ بھی ہو چکے تھے اور قبروں سے باہر بھی آ چکے تھے؟ یہ پیشگوئی تو کسی گمنام شخص اور اسکے اباؤاجداد کے متعلق تھی اور یہ خوش نصیب میں ہی ہوں۔اللہ تعالی نے ان الہامی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں مجھے ایک عظیم الشان اور جامع الہی نظریہ عنایت فرما کر نہ صرف اس عاجز کو حیات جاوید بخشی ہے بلکہ وہ لوگ جن کا میں چشم و چراغ ہوں اور وہ جو اس دنیا سے گزر کر قبروں میں جا چکے ہیں۔اللہ تعالی نے انہیں بھی قبروں سے باہر نکال کر کھڑا کر دیا۔علاوہ اسکے یہ ''الہی نظریہ'' یا ''خیر کثیر'' قیامت تک لوگوں کی روحانی زندگی کا باعث بنتی رہے گی۔ان سب باتوں کا علم اللہ تعالی نے مجھے بخشا ہے۔

(۲) پیشگوئی کی دوسری غرض ''اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو'' ہے۔اللہ تعالی نے خاکسار کو جو ''علم و حکمت'' بخشی وہ نظریاتی یا علمی رنگ میں ہے۔یہ علم و حکمت دین اسلام کی کتاب میں موجود ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس علم و حکمت کو اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھا نہیں سکتا۔دور حاضر علمی اور نظریاتی دور ہے۔میرا الہی نظریہ ایک علمی ہتھیار ہے اور اس کا مقابلہ کوئی دوسرا مذہب نہیں کر سکتا۔اسی علمی یا آسمانی حربہ سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ضرور ظاہر ہو گا۔انشاءاللہ۔

(۳) تیسری غرض ہے ''اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے''۔اولاً۔یہ کہ ''نیکی خدا ہے'' سب سے بڑا اور عظیم سچ ہے اور علاوہ اسکے دیگر تمام نام نہاد مذہبی اور فلسفیانہ نظریات باطل ہیں۔حق کے آنے کے بعد باطل نے لازماً بھاگنا ہے۔ثانیاً۔خلیفہ ثانی کا دعوی مصلح موعود ایک سفید جھوٹ تھا۔کیونکہ آپ نہ تو پیشگوئی کے دائرہ میں آتے ہیں اور نہ ہی پیشگوئی کا کوئی ٹھوس ثبوت آپکے پاس تھا۔اللہ تعالی نے اپنا نشان رحمت بناتے ہوئے اس الہامی پیشگوئی کا ثبوت اس عاجز کو بخشا ہے۔کیا کوئی اس الہامی ثبوت کو جھٹلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔اور اس طرح حق کی آمد آمد ہے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ انشاءاللہ تعالی عنقریب بھاگنے والا ہے۔

(۴) چوتھی غرض ہے ''اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔جو چاہتا ہوں کرتا ہوں''۔یہ الہامی الفاظ بتا رہے ہیں کہ کوئی شخص الہی رضا کے برخلاف طاقت کے بل بوتے پر مصلح موعود بنے گا اور بعض دوسرے لوگ بھی اس جرم میں شریک ہونگے۔لیکن اللہ تعالی اپنی قدرت کاملہ کیساتھ اس دجل کو ناکام کر دے گا۔اور کسی بہت ہی بیکس اور بے بس انسان کو اجارہ داروں کی خواہش کے برخلاف اپنی رضا کے مطابق موعود مصلح بنا کر لوگوں کو دکھائیگا کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔اگر کوئی طاقتور انسان ہو اور وہ پہلے ہی اقتدار کی گدی پر بیٹھا ہو یا بٹھا دیا گیا ہو۔تو ایسے طاقتور شخص کو مصلح موعود بنانے میں اللہ تعالی کی قدرت کا کیا ثبوت مل سکتا ہے؟ کیونکہ وہ تو پہلے ہی بنا ہوا یا لوگوں کا بنایا ہوا ہے۔مثلاً ابوجہل کو اگر اللہ تعالی نبی یا رسول بنا دیتا اور وہ اہل مکہ سے کہتا کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالی کا نبی اور رسول ہوں۔تو لوگوں نے چونکہ اسے پہلے ہی ابوالحکم اور اپنا سردار مانا ہوا تھا۔وہ تو جھٹ کہتے حضور تشریف لایئے۔ہم تو پہلے ہی آپکی راہ میں آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں۔آپ بتائیں کہ ایسے طاقتور شخص کو نبی اور رسول بنانے میں اللہ تعالی کی کیا قدرت ظاہر ہوئی؟۔ہاں آنحضورﷺ جیسے امی اور در یتیم اور بے سہارا وجود کو خلعت نبوت اور رسالت پہنا کر ضرور اللہ تعالی کی قدرت ظاہر ہوئی۔اسی طرح پچھلی صدی میں جو ہندوستان میں مسیح موعود کی بعثت کا واقعہ ہوا اس ضمن میں عرض ہے کہ اگر اللہ تعالی سید نذیر حسین کو اس کام کیلئے چن لیتا تو اس میں بھی اللہ تعالی کی قدرت کا مظاہرہ نہیں تھا۔کیونکہ عوام اور علمائے ہند نے تو پہلے ہی اسے ''شیخ الکل'' بنا رکھا تھا۔ہاں خدا کی قدرت کا مظاہرہ تو تب ہوا جب اس نے لوگوں کی خواہشات کے برخلاف پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں قادیان میں ایک غریب اور بیکس کو اس اعزاز کیلئے چن لیا۔حضرت مرزا غلام احمدؑ پر علمائے ہند اور خاص کر دہلی والوں کی نظر نہیں پڑتی تھی۔اور وہ چلا چلا کر کہتے تھے کہ اگر مسیح موعود کسی زمینی آدمی نے ہی بننا تھا تو اللہ تعالی دہلی والوں سے منتخب کرتا۔یہ (نعوذ باللہ) پنجابی ڈھگا کیسے مسیح موعود بن گیا۔اسی طرح خلیفہ ثانی کے مصلح موعود بنانے میں اللہ تعالی کی قدرت کیا ظاہر ہوئی؟ وہ تو پہلے ہی ایک نبی کے بیٹے تھے اور لوگوں نے ۱۹۱۴ء میں ہی انہیں خلافت کی گدی پر بٹھا دیا تھا یا وہ خود بیٹھ گئے تھے۔خلافت کی گدی پر بیٹھنے کے بعد وہ تو سیاہ و سفید کے مالک تھے۔اور جب انہوں نے بڑی پلاننگ کیساتھ ۱۹۴۴ء میں دعوی مصلح موعود جمایا تو جماعت میں انکے دعوی پر کون اعتراض کر سکتا تھا؟ اور آج جب اللہ تعالی نے اپنی اس موعود ''رحمت'' کا ہاتھ مجھ غریب اور بے کس پر رکھا ہے تو اب نظام جماعت وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے جو ازل سے کاذب صادقوں کے خلاف کرتے چلے آئے ہیں، تب بھی وہ اپنے اس خود ساختہ جھوٹ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔اور یہ بات جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ''اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔جو چاہتا ہوں کرتا ہوں'' کی تصدیق ہو گی۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ۔ اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ۔ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(۵) پانچویں غرض ہے ''اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں''۔ پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کی جسمانی اولاد کو ''زکی غلام'' کی بشارت کے دائرہ سے باہر کر دیا۔ اب کسی کو مصلح بنانا یا نہ بنانا تو اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ کام خلیفہ ثانی اور اسکے حواریوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور ایک ناجائز دعویٰ کر کے پیشگوئی پر ناجائز قبضہ جمالیا۔ جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ میں تو روحانی طور پر ایک مردہ انسان تھا، آنحضرت ﷺ کے معجزہ سے روحانی زندگی نصیب ہوئی اور پھر مسیح پاکؑ کی ایک مقبول دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی موعود غلامی کا اعزاز مجھے بخش کر یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ حضورؑ کیساتھ ہے۔

(۶) چھٹی غرض ہے ''اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے''۔ اس غرض کا میں پہلے مفصل ذکر کر چکا ہوں۔

(۷) ساتویں غرض ہے ''اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے''۔ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بغرض اصلاح کھڑا کرتا ہے۔ اس سے پہلے یقیناً اہل زمین بعض جرائم کی وجہ سے مجرم بن چکے ہوتے ہیں۔ انہی کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد ﷺ اور حضرت مرزا غلام احمدؑ کو مبعوث فرمایا تھا۔ ان مصلحین کی بعثت کے بعد مجرمین بے نقاب ہوئے اور اپنے ناجائز اقتداروں کو قائم رکھنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ لوگ جانتے ہیں کہ ہر زمانے میں یہی ہوا اور مجرموں کی اسی طرح راہ ظاہر ہوئی۔ اور آج بھی وہ مجرم جنہوں نے الٰہی رضا کے برخلاف طاقت کے بل بوتے پر مصلح موعود بنایا یا وہ خود بنا خوب ظاہر ہو گئے ہیں۔

وہ شخص جس کا دعویٰ مصلح موعود ہی ناجائز تھا۔ اس نے اپنی تقریر میں ان سات اغراض کا ذکر تو ضرور کیا ہے لیکن کیا یہ سات اغراض اسکے وجود میں پوری بھی ہوئیں؟ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس بے تاج بادشاہ نے تو مجبور مریدوں کو یہ حق ہی نہیں دیا کہ وہ یہ سوال اس سے پوچھتے؟ اپنی تقریر کے صفحہ ۲۱۱ پر فرماتے ہیں۔ ''خدا نے مجھے اس غرض کیلئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں۔ اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام ادیان کو ہمیشہ کی شکست دیدوں'' آپ نے یہ الفاظ ۱۹۴۴ء میں ببانگ دھل کہے تھے۔ الہامی پیشگوئی کی یہ غرض وغایت آپکی زندگی میں تو کیا آج ۲۰۰۵ء تک آپکی وفات کے چالیس برس بعد بھی پوری نہیں ہوئی۔ آغاز سے لیکر آج تک دین اسلام، بانئے اسلام ﷺ اور کلام اللہ کبھی اتنا مظلوم اور کمزور نہیں ہوا جتنا آج کل ہے۔ آج دجال غصہ کیساتھ دین اسلام، عالم اسلام اور دین اسلام کی کتاب پر حملہ آور ہے اور اس سے کوئی مسلمان اور مسلمان ملک محفوظ نہیں۔ دین اسلام، بانئے اسلام اور قرآن مجید آج اپنوں اور غیروں دونوں کی زد میں ہیں۔ گلف میں امریکی افواج کے پڑاؤ سے عملاً ہمارے مقامات مقدسہ دجالی قوتوں کے قبضہ میں چلے گئے ہیں۔ آج گوانتانا موبے میں قرآن مجید پر کھڑے ہونا اور اسکے صفحات کو لیٹرینوں میں بہانا روزمرہ کا معمول ہے۔ اسلام کو دہشت گردی (Terorism) اور بانئے اسلام کو دہشت گرد کا نام دیا جارہا ہے اور مسلمان بیچارے مسلمان کہلوانے میں بھی شرم محسوس کر رہے ہیں۔

اے خاصۂ خاصان رُسل وقت دعا ہے ۔ امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے ۔ پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی ۔ ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

اگر آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق مصلح موعود آ گیا ہوتا تو آج اسلام، بانئے اسلام اور قرآن کی یہ حالت کبھی نہ ہوتی۔ مصلح موعود نے تو دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنا تھا۔ اس نے تو خدا اور اسکے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول ﷺ کا انکار کرنیوالوں کیلئے ایک نشانی بننا تھا۔ اس نے تو اسیروں کو رستگاری بخشنی، قوموں کو برکت دینی، زمین کے کناروں تک شہرت پانی اور غیروں سے اپنا لوہا منوانا تھا۔ لیکن خلیفہ ثانی عجیب مصلح موعود تھا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مریدوں سے تو ضرور لوہا منواتا رہا اور اپنے ماحول میں ارد گرد برکتیں بھی بکھیرتا رہا لیکن نہ وہ اپنوں اور غیروں کا منہ بند کر سکا، نہ اس سے قومیں برکت پا سکیں اور نہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پا سکا۔ آج جب خاندانی یا موروثی خلفاء سے کوئی یہ سوال کرتا ہے تو وہ یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے جو نظام بنایا ہے اسکے ساتھ ایک دن یہ اغراض پوری ہو جائیں گی۔ حالانکہ اسکے اس غیر اسلامی نظام سے تو خاندانی خلافت ضرور پختہ ہوئی ہے نہ کہ پیشگوئی کی اغراض و مقاصد پوری ہوئیں۔ ثانیاً۔ خلفاء کے اس جھوٹ کا پول تو الہامی پیشگوئی کے یہ الفاظ ''تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ و کان امرًا مقضیًا۔'' کھول دیتے ہیں کہ جب یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تب اسکا وصال ہوگا۔ اپنی تقریر کے آخر میں خلیفہ ثانی اپنے دعویٰ مصلح موعود کی سچائی میں حلف اٹھا کر مریدوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کسی الہامی پیشگوئی کا مصداق ہونے کیلئے حلف کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس کیلئے الہامی ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حلف جھوٹا بھی ہو سکتا ہے لیکن الہامی ثبوت جھوٹا نہیں ہوا کرتا اور خلیفہ ثانی اس سے تہی دست تھے۔ لوگ الموعود کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں۔ انکے دیگر خطابات اور کتب کا مطالعہ بھی کر لیں۔ انہیں اس الہامی پیشگوئی کا الہامی ثبوت کہیں نہیں ملے گا۔ اسکے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے پہلے الہامی پیشگوئی کے مصداق ہونے کا الہامی ثبوت بخشا ہے اور میں نے دعویٰ مصلح موعود اس الہامی ثبوت کے ملنے کے دو دہائیاں گزرنے کے بعد کیا

ہے۔امر واقع یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ ایک عظیم مردِ حق تھا۔متقی اور مخلص لوگوں نے نہ صرف آپکو قبول کیا بلکہ اطاعت اور عقیدت میں بہت آگے چلے گئے۔آپؑ کا بیٹا مرزا محمود احمد ایک شاطر انسان تھا۔لوگوں نے اسے صرف خلیفہ ثانی بنایا تھا لیکن وہ مریدوں کی اس اندھی اطاعت اور عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مصلح موعود بھی بن بیٹھا۔

احمدیت کی جگہ محمودیت نے کیسے لی؟

حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور آپکی تعلیمات کا نام ''احمدیت'' تھا۔اس کا زمانہ ۱۸۸۹ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک رہا۔بعدازاں یہ احمدیت محمودیت یعنی حقیقی اسلام میں ڈھلنی شروع ہوگئی۔بظاہر حضرت مسیح موعودؑ کا نام اور آپکی احمدیت کا نام ہی لیا جاتا ہے لیکن درپردہ محمودیت چھا چکی ہے۔حضورؑ اور احمدیت کا نام لینا انکی مجبوری ہے کیونکہ اسکے بغیر محمودی فریب چل نہیں سکتا۔ایک احمدی خیال کریگا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ احمدیت محمودیت میں بدل گئی؟ میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ یہ ایک ایسا مذہبی فریب تھا جسے ایک عام احمدی یا تو سمجھ نہیں سکا اور اگر کوئی سمجھا تو اسے فرعونی ہتھکنڈوں کیساتھ خاموش کردیا گیا۔میں آپکو سمجھانے کیلئے دنیائے سیاست سے ایک مثال دیتا ہوں۔سب جانتے ہیں کہ قائد اعظمؒ نے انتھک جدوجہد کے بعد پاکستان بنایا تھا۔آپکا تصور پاکستان ایک لبرل (Liberal) ریاست تھا۔آپ نے پاکستان کی پہلی قانون ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کے موقعہ پر اپنی افتتاحی تقریر میں بہت واضح اعلان کیا تھا۔کہ پاکستان میں ہر شہری کے سیاسی حقوق مساوی ہونگے اور مذہب کا امور مملکت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔آج ہر احمدی جانتا ہے کہ آج کا پاکستان بانئے پاکستان کے تصور کے مطابق نہیں بلکہ اسکے صریح الٹ ایک کٹر مذہبی ریاست بن گیا ہے۔اگرچہ ہر جگہ قائد اعظمؒ کا نام لیا جاتا ہے لیکن درپردہ ملائیت چھا چکی ہے۔ہر صاحب شعور پاکستانی جانتا ہے کہ یہاں الٹی گنگا بہہ گئی ہے لیکن اسکی ملائیت کے آگے کوئی پیش نہیں جاتی۔اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثریت جاہلوں کی ہے اور وہ مولویوں کا ہتھیار ہیں۔یہی معاملہ جماعت میں ہوا۔ہر صاحب شعور احمدی جانتا ہے کہ احمدیت کی جگہ محمودیت نے لے لی ہے لیکن اندھی عقیدت اور ایک غیر فطری نظام کے آگے وہ بے بس ہے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں! ۔ کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

دوسری بات یہ کہ قیام پاکستان کے بعد ان مخالف پاکستان مولویوں نے اس محمودی ٹرک (Trick) سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔پہلے پاکستان کو ایک مذہبی ریاست بنوایا اور پھر مسلمان کی من مانی تعریف کرکے پاکستان کی قومی اسمبلی سے احمدیوں کو غیر مسلم Declare کروا دیا۔اور انکے اس جرم کا سہرا بھی دراصل مرزا محمود کے سر پر ہے کیونکہ اس نے ہی سب سے پہلے خود ساختہ مصلح موعود بننے اور اس دعوی کو قائم رکھنے کیلئے ایسے گھناؤنے کھیل کا آغاز کیا تھا یعنی اخراج از جماعت،سوشل بائیکاٹ اور مقاطعہ وغیرہ۔ایسی غیر اسلامی اور غیر انسانی سزاؤں کا واحد مقصد یہ تھا کہ ۔ گلیاں ہون سنیاں تے وچ مرزا یار پھرے

آج محمودی نظام کے کرتا دھرتا جاہ طلبی اور دنیا پرستی کی چاہ میں جن جن افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے ہیں،یہ سارا اسی کا کیا دھرا اور نتیجہ ہے کہ نہ صرف پاکستان میں بلکہ عالم اسلام میں حضرت مسیح موعودؑ کی حیثیت ایک ''شجر ممنوعہ'' کی سی اور آپکے پیروکار ایک عام احمدی کی گھر سے باہر (مراد غیر از جماعت لوگوں کے نزدیک) **کافر** اور گھر کے اندر (یعنی نظام جماعت میں رہتے ہوئے) **یرغمالی** کی سی ہوگئی ہے۔لیکن ہم انشاء اللہ ضرور روشنی اور آزادی کی طرف لوٹیں گے۔یہ نظام بدلے گا اور ضرور بدلے گا۔اور جسے اس نئی صدی میں بھی وہی قائم رکھنا اور دیکھنا چاہتے ہیں جنکے ذاتی مفادات اس سے وابستہ ہیں۔

جو دنیوی اغراض کے حصول کیلئے مرے جاتے ہیں۔اور جو اپنی نام و نمود کیلئے جماعت تک کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔مکار،عیار اور ریا کار لوگ عام احمدیوں کی گردنوں پر سوار ہیں۔ان سے جان مال اور عزت کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں۔حلف لیتے ہیں مگر خود کرسی چھوڑنے کو تیار نظر نہیں آتے۔دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا درس دینے والوں نے اپنے اعمال و افعال میں دنیا کو مقدم کر رکھا ہے۔یہ لوگ دوسروں کو کہتے ہیں سچے ہوکر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو مگر خود جھوٹے ہوکر سچے بننے کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں۔گویا ''زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن'' والی بات ہے۔یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے والوں پر چالاک لوگ مسلط ہوگئے یا کردیئے گئے ہیں۔اور انہی کی وجہ سے ہمارے مروجہ نظام میں نہ تقوی و طہارت ہے،نہ صداقت ہے،نہ عدالت ہے،نہ شجاعت ہے اور نہ ہی جمہوریت۔اگر کچھ ہے تو منافقت ہی منافقت اور آمریت ہی آمریت ہے۔کیا کوئی باشعور شخص (جو دین کا فہم بھی رکھتا ہو) ان سب رویوں کو یکجائی نظر سے دیکھنے کے بعد اسے (ہمارے) روحانی ارتقاء کا نام دے سکے گا؟

بیٹا جرم کرے تو باپ کو نکال دو۔باپ کرے تو سب کو۔یہ درحقیقت دباؤ ڈالنے کے روایتی ہتھکنڈے ہیں۔محمودی تاریخ ایسے سیاہ واقعات سے بھری پڑی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جو گھر گھر ''خانہ جنگی'' چاہتے ہیں۔جنکے قول و فعل میں تضاد ہے۔اور جو نفس امارہ کے غلام ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مخالف مولویوں کے بارے میں فرمایا تھا۔''ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔میری عبادت گاہ میں انکے چولھے ہیں میری پرستش کی جگہ میں انکے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر

رہے ہیں'' (روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۴۰ حاشیہ) اور حضورؑ کے یہ الفاظ آج محمودی نظام کے تنخواہ دار مولویوں کے متعلق لفظ بہ لفظ پورے ہو رہے ہیں۔ آج ضرورت اس بات کی تھی کہ حضورؑ کی روحانی ذریت اس ''قبضہ گروپ'' کے خلاف قلمی، علمی اور لسانی جہاد کرتی جس نے دین اسلام کی، بانی سلسلہ کی حسین تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ نہ صرف تعلیمات کو بلکہ خود آنحضورﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کو بھی کہ جنکے بالمقابل نظام کے خالق و مالک آج فیصل آباد کے گھنٹہ گھر کی طرح دکھائی دیتے ہیں کہ جس بازار سے بھی گھوم پھر کر آئیں وہ سامنے **مگر بانئے اسلام اور بانی سلسلہ غائب**۔۔۔اور یہی ہمارا آج کا اجتماعی مسئلہ ہے اور ہم سب کی توجہ کا طالب بھی۔ یہ سب حقائق کا بیان ہے اور بقول حضرت مسیح موعودؑ! ''دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شئے ہے ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افروختہ ہوتو ہوا کرے (روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۱۲)

احمدیت اور محمودیت میں فرق!

احمدیت اور محمودیت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر احمدیت حق کا نام ہے تو محمودیت جھوٹ کا۔ سر دست میں پانچ امتیازات کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱)۔احمدیت نام ہے آزادی ضمیر کا۔ جو شخص بھی حضورؑ کے تمام دعاوی پر ایمان لے آیا۔ حضورؑ نے اپنی زندگی میں بلکہ حضرت خلیفہ اولؓ نے بھی کسی ایسے شخص کو جماعت سے خارج نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ لا اکراہ فی الدین اور آنحضورﷺ کی تعلیم ''اختلاف امتی رحمۃ'' پر چلنے اور چلانے والے تھے۔ اور اپنی جماعت کے بارے میں آپؑ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ''اس جماعت کو بہ ہیئت مجموعی دیکھنا مفید ہوگا'' (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۸۶) جبکہ محمودیت نام ہے جبر کا۔ ایک غیر اسلامی، غیر انسانی اور غیر فطری نظام کا۔ اس نظام میں جس کسی نے بھی مرزا محمود سے کسی رنگ میں اختلاف کیا تو اسے حضورؑ کی جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ گویا اختلاف مرزا محمود سے اور اخراج حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت سے چہ معنی دارد؟ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلیفہ ثانی نے اپنے غلط دعوی مصلح موعود کو منوانے اور پختہ کرنے کیلئے حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کو بطور ڈھال استعمال کیا ہے؟ کیا ایسی سختی اور اس طرح کسی مغل کو بھی آج تک جماعت سے خارج کیا گیا؟ ہر گز نہیں۔ یہ ظلم کی تلوار صرف حضورؑ کی روحانی اولاد پر چلی۔

(۲)۔احمدیت میں سوائے چندہ وصیت کے اور وہ بھی طوعاً کوئی لازمی چندہ نہیں تھا۔ حضورؑ کے فرمان کے مطابق چندہ وصیت کی شرح دسواں حصہ تھی یعنی دس روپیہ میں سے ایک روپیہ۔ علاوہ اسکے ہر احمدی رضا کارانہ طور پر اپنی مرضی کے مطابق جتنا چاہتا تھا بطور چندہ ادا کرتا تھا۔ حضورؑ اپنے ۵ مارچ ۱۹۰۲ء کے اشتہار میں فرماتے ہیں۔ ''اب چاہیے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا اقرار کرے جسکو وہ دے سکتا ہے گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کیساتھ فضول گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اسکو چاہیے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کیلئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے، وہ منافق ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۴۶۹) لیکن محمودیت میں جبری طور پر احمدیوں کے سروں پر چندوں کی ایک لمبی فہرست تھوپ دی گئی اور وہ بیچارے خدا کے نام پر اس ٹیکس کے بوجھ تلے کراہ رہے ہیں۔ خدا کے نام پر بنا ہوا ہر آنیوالا خلیفہ ان غریبوں کو کوئی ریلیف دینے کی بجائے دو چار چندے اور ٹکا دیتا ہے۔ اور پھر اس سارے روپے کا کسی احمدی کے آگے کوئی حساب نہیں۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ یل جماعت کا ایک عہدیدار اپنے کسی ذاتی کام کیلئے خاکسار کے گھر تشریف لایا۔ باتوں باتوں میں اس نے مجھے کہا ''غفار اب تو اتنے چندے ہوگئے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ جماعت کو کہہ دیا جائے کہ جو کچھ ہمیں گورنمنٹ دیتی ہے وہ آپ لے لیا کریں اور ہمیں صرف زندہ رہنے کیلئے گزارہ کے طور پر پیسے دے دیا کریں۔'' (نوٹ۔ جرمن قانون کے مطابق روٹی، کپڑا اور مکان وغیرہ ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور اگر کسی شہری کے پاس ملازمت نہیں بھی ہے تب بھی گورنمنٹ اسے اپنی ضروریات زندگی کیلئے ماہانہ الاؤنس فراہم کرتی ہے۔) یہ شخص آج بھی عہدیدار ہے کیونکہ نظام جماعت میں صرف اس شخص کو عہدیدار بنایا جاتا ہے جو محمودیت کا وفادار ہو نہ کہ احمدیت کا۔ میں احباب جماعت سے کہتا ہوں کہ اگر چندہ کے سلسلہ میں ایک عہدیدار کا یہ حال ہے اور وہ ان چندوں کو ایک بھاری بوجھ سمجھتا ہے تو پھر ایک عام احمدی (جو بیچارہ نہ تین میں نہ تیرہ میں) کا چندوں کے سلسلہ میں احساسات کا اندازہ آپ خود کر لیں۔ دین کے بھیس میں حصول دنیا سے متعلق حضورؑ ارشاد فرماتے ہیں۔

''بعض لوگ تو کھلے طور پر طالب دنیا ہیں اور انکی ساری کوششیں اور تگ و دو دنیا تک محدود ہے۔ لیکن بعض لوگ ہیں تو اسی مردود دنیا کے طلبگار۔ مگر وہ اس پر دین کی چادر ڈالتے ہیں۔ جب اس چادر کو اٹھایا جاوے تو وہی نجاست اور بدبو موجود ہے۔ یہ گروہ پہلے گروہ کی نسبت زیادہ خطرناک اور نقصان رساں ہے۔ اکثر لوگ جب ان دینداروں کی حالت کو دیکھتے ہیں تو وہ دہریئے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ انکے اعمال کو انکے اقوال کیساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا'' (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۴۱)

حضرت مسیح موعودؑ نے چندہ وصیت غلبہ اسلام کیلئے جاری فرمایا تھا جبکہ آج یہ وصیتی نظام صرف ایک خاندان کے اقتدار کو دوام دینے کیلئے بطور حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور دوسرا مقصد اس وصیتی نظام کا یہ بنا لیا گیا ہے کہ ہر احمدی کی جائداد اس ''قبضہ گروپ'' کے قبضہ میں چلی جائے۔ خلیفہ ثانی ''چند نسلوں میں ہی تمام احمدیوں کی جائیدادیں نظام احمدیت

کے قبضہ میں'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔
'' پھر یہ یاد رکھو کہ وصیت صرف پہلی نسل کیلئے نہیں ہے بلکہ دوسری نسل کیلئے بھی ہے۔اور اس سے بھی انہی قربانیوں کا مطالبہ ہے۔اور چونکہ وصیت سے دنیا کے سامنے جنت پیش کی جارہی ہے اگلی نسل اس کو لینے سے کس طرح انکار کرے گی پس دوسری نسل پھر اپنی خوشی سے بقیہ جائیداد کا ۱/۱۰ سے ۱/۳ حصہ قومی ضرورتوں کیلئے دے دیگی اور پھر تیسری نسل اور پھر چوتھی نسل بھی ایسا ہی کرے گی اور اس طرح چند نسلوں میں ہی احمدیوں کی جائیدادیں نظام احمدیت کے قبضہ میں آجائیں گی۔'' (نظام نو صفحہ ۱۲۰)
خلیفہ ثانی کے یہ الفاظ بڑے واضح ہیں اور مقصد صاف ظاہر ہے۔کہاں حضورؑ کا یہ بلند مقصد کہ اس وصیتی چندہ سے غلبہ اسلام کے سامان پیدا ہوں اور کہاں قبضہ گروپ کا یہ مقصد کہ ہر احمدی کی جائیداد اس کے قبضہ میں آجائے۔آج کل بھی اٹھتے بیٹھتے وصیت پر زور دیا جارہا ہے مگر کسی ایک خطبے میں بھی کیا اسکی شرائط کی طرف توجہ دلائی گئی ہے؟ کیا اس کا مطلب محض حصول زر یا محض اقتدار کے تحفظ کیلئے بیساکھیوں کی تلاش نہیں؟
(۳)۔احمدیت میں جماعت کے سربراہ حضرت مسیح موعودؑ تھے لیکن آپؑ عملاً ''سید القوم خادمھم'' کے مطابق جماعت کے خادم بنے رہے۔آپؑ نے صدر انجمن احمدیہ بنائی لیکن اس انجمن کا صدر اور اسکے دیگر ممبران کی اکثریت آپکی روحانی اولاد پر مشتمل تھی۔جبکہ محمودیت میں خلفاء بھی خاندانی، خلفاء کی مجلس انتخاب بھی خاندانی اور برائے نام مجلس شوریٰ بھی خاندانی اور برائے نام محکمہ قضا بھی خاندانی۔
(۴)۔حضرت مسیح موعودؑ نے جماعت بنائی لیکن جبراً کوئی نظام اس پر مسلط نہیں کیا۔حالانکہ جماعت کی ضرورتوں کو آپؑ سب سے زیادہ جانتے تھے اور اس کا مستقبل بھی آپؑ کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا۔جبکہ محمودی نظام میں خاندانی مفادات کے تحفظ کیلئے آپؑ کی روحانی اولاد کو ایک فرعونی نظام میں جکڑ کر اسے پانچ طبقات یا دائروں میں تقسیم کر دیا گیا تا کہ یہ بیچارے کولھو کے بیل کی طرح ان میں گھومتے رہیں۔اور دوسرا فائدہ اس تقسیم کا یہ تھا کہ ان جانور نما انسانوں کی کڑی نگرانی ہو سکے۔خلیفہ ثانی ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اسی طرح اگر خلافت قائم رہے گی۔تو ضروری ہے کہ اطفال الاحمدیہ۔خدام الاحمدیہ۔انصاراللہ بھی قائم رہیں۔اور جب یہ ساری تنظیمیں جاری اور قائم رہیں گی۔تو خلافت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم رہے گی۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸) اور خلافت جسے ان تنظیموں کے سہارے قائم اور دائم رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ خدا اور رسول ﷺ اور اسکے مسیح موعود کے نام پر سوائے خاندانی حکومت اور اقتدار کے اور کچھ نہیں۔اور اگر کسی نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تو اس غریب پر اخراج کی چھری پھیر دی گئی۔
(۵) حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں سارے کا سارا جماعتی کاروبار تقویٰ کی بنیاد اور شرائط پر چلتا تھا جبکہ آج اسکی جگہ خوف و ہراس، چغل خوری اور مخبری نے لے لی ہے۔یہ سب حقائق ہیں اور ان کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا ہے

آخری گذارش!

آنحضور ﷺ کے بعد مسلمانوں میں حیات مسیح ناصریؑ کا غلط عقیدہ پیدا ہو گیا اور اس غلط عقیدہ کے پیدا ہونے کی کئی وجوہات تھیں۔تیرھویں صدی کے آخر تک مسلمان اللہ تعالیٰ کی نظر میں معذور تھے کیونکہ کسی نے اس غلط عقیدے کا بطلان نہیں کیا تھا۔لیکن جب آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ کا نزول ہو گیا اور آپؑ نے اس غلط عقیدہ کا قرآن سے ابطال کر کے مسلمانوں کی یہ معذوری ختم کر دی۔تو پھر نزول مسیح موعودؑ کے بعد جو لوگ حیات مسیح ناصریؑ کے اس باطل عقیدے سے چمٹے رہے وہ تمام مجرم بن گئے۔اسی طرح جماعت احمدیہ میں خلیفہ ثانی نے ایک جھوٹا دعویٰ مصلح موعود کر دیا۔چونکہ افراد جماعت مرید تھے لہذا اس جھوٹے عقیدہ پر ایمان لانے کے سوا ان کیلئے کوئی چارہ نہیں تھا۔حضورؑ فرماتے ہیں۔''میں سچ کہتا ہوں کہ ایک مرید اس مرشد سے ہزار درجہ اچھا ہے جو مکر کی گدی پر بیٹھا ہوا ہو کیونکہ مرید کے اپنے دل میں کھوٹ اور دغا نہیں ہے۔خدا تعالیٰ اخلاص کو چاہتا ہے۔ریاکاری پسند نہیں کرتا۔'' (ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۱) اب تک ان لوگوں کے سوا جنھوں نے خلیفہ ثانی کو اس غلط دعویٰ مصلح موعود کیلئے ہلہ شیری دی تھی باقی افراد جماعت معذور تھے۔لیکن اب خاکسار نے خلیفہ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کا دلائل کیساتھ قطعی ابطال کر دیا ہے۔اور اپنا دعویٰ مصلح موعود الہامی ثبوت کیساتھ آپ سب کے سامنے رکھ دیا ہے۔اب وہ لوگ جو خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کیساتھ چمٹے رہیں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں پکے مجرم ہیں۔محمودیت (یعنی ایک غلط دعویٰ مصلح موعود اور اسے قائم رکھنے کیلئے ایک غیر اسلامی نظام) ایک جرم ہے اور حضورؑ کی روحانی ذریت یعنی ایک عام احمدی سے میرا یہ سوال ہے کہ آپ اس جرم میں کیوں شامل ہو؟ آپ ان مجرموں کا ساتھ کیوں دے رہے ہو؟ آج تک ان مجرموں نے آپکو سوائے بھوک ننگ اور غلامی کے اور کیا دیا؟ خدا کے نام پر ان لوگوں نے تمہاری چمڑی تک ادھیڑ لی لیکن ''فیر وی انہاں دی حرص'' پوری نہ ہوئی۔محمودیت کو اپنے نظام اور اپنے مال پر بہت گھمنڈ ہے۔اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک منظّم جماعت ہیں اور ہمیں کون مغلوب کر سکتا ہے؟ یہی باتیں پہلے متکبر بھی کہا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ام یقولون نحن جمیع منتصرo سیھزم الجمع ویولون الدبرo (۵۴=۴۵، ۴۶) کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے

والی منظّم جماعت ہیں۔(سنو) یہ منظّم جماعت شکست کھا جائیگی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہونگے۔اپنے آقا کی جسمانی ذریت ہونے کی وجہ سے مجھے ان لوگوں کی حالت پر رحم آتا ہے۔لیکن یہ تقوی چھوڑ کر ایک ایسا گھنوؤنا جرم کر بیٹھے جسکی مثال ہزاروں سال میں نہیں ملتی۔

آج کل دن رات محمودی خلافت قائم رکھنے کیلئے دعاؤں اور نفلی روزوں پر زور دیا جارہا ہے حالانکہ اسکے دن پورے ہو چکے ہیں۔جن لوگوں کو اللہ تعالی خلیفے بنایا کرتا ہے انکی خلافت کو کبھی خطرہ نہیں ہوا کرتا۔خطرہ صرف ان لوگوں کے اقتدار کو ہوا کرتا ہے جو خلافت کے نام پر لوگوں پر مسلط ہوتے ہیں مثلاً اموی،عباسی یا محمودی خلفاء وغیرہ۔دوسری بات یہ کہ لوگوں کو خلافت کے نام پر گمراہ کر کے انکی توجہ اصل اور سنگین جرم یعنی جھوٹے دعوی مصلح موعود سے ہٹائی جارہی ہے۔جبکہ اس پندرھویں صدی ہجری کا سب سے اہم اور توجہ طلب مسئلہ خلیفہ ثانی کا جھوٹا دعوی مصلح موعود ہے جسکے نتیجہ میں احمدیت کی جگہ محمودی خلافت وجود میں آئی۔آج محمودی علماء ہندوؤں، یہودیوں،عیسائیوں اور ان غیر احمدیوں سے بھی جو حضرت مسیح موعودؑ کی تکذیب اور تکفیر کے علاوہ آپؑ کو غلیظ گالیاں نکالتے ہیں، بحث ومباحثہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔لیکن وہ شخص جو حضرت مسیح موعودؑ کی موعود غلامی کا دم بھرتا ہے اور آپکی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے سے بات کرنے سے کیوں گھبراتے ہیں؟ حالانکہ مغلوب ہونے کی صورت میں وہ ایک زر کثیر کا انعامی وعدہ بھی کرتا ہے۔میرے خیال میں یہ وہی خوف ہے جو حضورؑ کے مخالف علماء کو تھا۔آج یہ مولوی حضرات میرے اخراج اور مقاطعہ کا بہانہ کر کے چوہوں کی طرح بلوں میں کیوں گھسے ہوئے ہیں؟اگر میں اپنے دعوی میں جھوٹا تھا تو یہ علماء باہر نکل کر صادقوں کی طرح میرا مقابلہ کرتے۔اور میں احباب جماعت کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ علماء باہر نکل کر میرا مقابلہ نہیں کریں گے کیونکہ محمودیت کی بنیاد جھوٹ پر ہے اور میں سچائی کے بلند اور روشن مینار پر کھڑا ہوں۔الحمدللہ۔میں افراد جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ ان علماء کو میرے مقابلہ کیلئے کھڑا کرو۔میں ہر طرح سے ان کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔مزید آج میں حضرت مسیح ناصریؑ کی زبان میں آپ سب سے کہتا ہوں!من انصاری الی اللہ ط(اللہ کیلئے میرا مددگار کون ہے؟) مجھے امید ہے آپ سب غلبہ اسلام کے واسطے! نحن انصار اللہ ج(ہم اللہ کیلئے مددگار ہیں) ضرور کہیں گے۔میری دعا ہے اللہ تعالی آپ سب (محمودی و لاہوری حضرات) کو فہم وفراست عطا فرمائے تا کہ آپ نہ صرف سچائی کو سمجھ سکیں بلکہ اسے قبول بھی کر سکیں آمین۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ۔ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خیر اندیش۔عبدالغفار جنبہ۔ ۱۰جون ۲۰۰۵ء

نوٹ۔احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ یہ مضمون نہ صرف خود پڑھیں بلکہ آگے ان احباب تک بھی پہنچائیں جنکے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں ہے۔شکریہ وجزاکم اللہ۔